مدینہ منورہ کی قدیم وجدید تاریخ اور زائرینِ کرام کی رہنمائی کے لیے مختصر مگر جامع کتاب

تاریخِ مدینہ منوّرہ

شعبہ تصنیف و تالیف دارالسلام

نظرثانی: مولانا صفی الرحمن مبارکپوری

تاریخِ مدینہ منوّرہ

سعُودی عرب (هیڈ آفس)

پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب فون:4033962-4043432 1 00966
فیکس:4021659 E-mail: darussalam@awalnet.net.sa
Website: www.dar-us-salam.com

1. طریق مکہ۔العلیا۔الریاض فون:4614483 1 00966 فیکس:4644945
2. شارع الاربعین۔السلز۔الریاض فون:4735220 فیکس:4735221
3. جدہ فون : 6879254 2 00966 فیکس : 6336270
4. الخبر فون:8692900 3 00966 فیکس:8691551

شارجہ فون:5632623 6 00971 فیکس:5632624

لندن فون: 5202666 208 0044 فیکس:5217645 208

امریکہ
1. ہوسٹن فون:7220419 713 001 فیکس:7220431
2. نیویارک فون:6255925 718 001 فیکس:6251511

پاکستان (هیڈ آفس و مرکزی شوروم)

1. 36-لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون :7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس:7354072
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com
2. غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون:7120054 فیکس:7320703

کراچی شوروم Z-110,111 (D.C.H.S) مین طارق روڈ (بالمقابل فری پورٹ شاپنگ مال) کراچی
فون:4393936-21-0092 فیکس:4393937
Email: darussalamkhi@darussalampk.com

اسلام آباد شوروم F-8 مرکز، اسلام آباد فون:2500237-051

مدینہ منوّرہ کی قدیم وجدید تاریخ اور زائرینِ کرام کی رہنمائی کے لیے

مختصر مگر جامع کتاب

فہرست

عرض ناشر	12
مدینہ منورہ، تاریخ اور نام	15
''یثرب'' کی بنیاد	15
یثرب کے ابتدائی رہائشی	15
مدینہ منورہ کے نام	17
مدینہ منورہ کے فضائل	20
رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ سے محبت	30
آپ ﷺ کا مدینہ کو ''حرم'' قرار دینا	31
جبل عیر	34
جبل ثور	35
ہجرت نبوی سے پہلے کے واقعات	37
صبح کی کرنیں	37
بیعت عقبہ اولیٰ	39
پہلے معلم	40
بیعت عقبہ ثانیہ	40
مدینہ منورہ کی طرف ہجرت	44
مکہ مکرمہ سے روانگی	47

مدینہ منورہ میں تشریف آوری	50
مدینہ منورہ میں رہائش اور مہاجرین وانصار کے درمیان مؤاخات (بھائی چارہ)	53
ہجرت کے بعد سب سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ	55
اذان کی ابتدا	56
منافقین و یہود کی کارستانیاں اور مسلمانوں کا طرز عمل	59
نفاق کی ابتدا	59
مدینہ منورہ سے یہودیوں کی جلاوطنی	61
۱۔ بَنو قَینقاع سے نجات	62
۲۔ بنونضیر	63
۳۔ بنو قُرَیظہ	63
مسجد نبوی کی تعمیر اور مختلف ادوار میں اس کی تاریخ	65
دور نبوی	65
پہلی توسیع	66
سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور	67
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دور	67
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دور	68
ولید بن عبدالملک کا دور	69
مہدی عباسی کا دور	70
قایتبائی کا دور	70
سلطان عبدالمجید کا دور	71

مسجد نبوی، عہد سعودی میں	74
پہلی سعودی توسیع و تعمیر	74
اس عمارت کی خصوصیات	75
شاہ فیصل کے تعمیر کردہ شیڈ	76
دوسری سعودی توسیع	76
اس توسیع کی خصوصیات	78
مسجد کے صحن	80
یہ توسیع بے مثال ہے	80
مسجد کے اندر منبر و محراب	81
منبر کی تاریخ	83
منبر کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے فرمودات	84
محراب نبوی	86
مسجد نبوی کی فضیلت اور اس میں نماز کا ثواب	88
مسجد نبوی کی توسیعات میں نماز کا حکم	89
مسجد کے موجودہ صحنوں میں نماز کا حکم	90
مسجد نبوی کی خاطر لمبا سفر کیا جا سکتا ہے	90
مسجد نبوی کی زیارت کے آداب	92
روضۂ نبوی اور اس کی زیارت کی شرعی حیثیت	94
نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت	96
مدینہ منورہ کی دوسری تاریخی مساجد	100

مسجد قباء	100
مسجد قباء کی فضیلت	102
مسجد اِجابہ	103
مسجد جمعہ	104
مَسْجِدِ قِبْلَتَیْن	106
مسجد بنی حارثہ (مسجد مستراح)	108
مسجد فتح	109
مسجد میقات	110
مسجد مصلّٰی (عیدگاہ والی مسجد)	112
مسجد فسح	113
جبلِ اُحد	114
بقیع غرقد	118
بقیع غرقد کی فضیلت	119
سعودی دور میں بقیع غرقد کی توسیع	122
تشنگانِ علم کے لیے تعلیمی مراکز	123
مدرسہ دار الحدیث مدینہ منورہ	123
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ (مدینہ یونیورسٹی)	124
مدینہ منورہ میں خیراتی تنظیمیں	126
جمعیۃ البر	126
عورتوں کے خیراتی ادارے	127
صحت سے متعلقہ مقاصد	128

تربیت خواتین سے متعلقہ مقاصد	128
مدینہ منورہ کے کتب خانے اور لائبریریاں	129
محمودیہ لائبریری	129
عارف حکمت لائبریری	129
مسجد نبوی لائبریری	130
مدینہ منورہ پبلک لائبریری	130
شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس	131
قرآن مجید کے معانی اور تراجم کی طباعت	134
مصادر ومراجع	135

کون ایسا مسلمان ہوگا...... بشرطیکہ وہ سچا مومن ہو...... جس کے دل میں ہر وقت "مَدِینَۃُ الرَّسُول ﷺ" کا شوق انگڑائیاں نہ لے رہا ہو؟ اور کون وہ مسلمان ہوگا جس کا دل مدینہ منورہ کی محبت سے ہر وقت سرشار نہ رہتا ہو اور اس کا گوشت پوست اس محبت سے معمور نہ ہو؟ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے بارے میں ان مبارک الفاظ سے دعا فرمائی ہے:

((اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ))

"اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت اسی طرح جاگزیں فرما جیسے مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔" [1]

لہٰذا اس مبارک دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں مدینہ منورہ ہر مسلمان کو روئے ارض کے تمام مقامات سے محبوب ترین ہے۔ پھر مدینہ منورہ جناب رسول اللہ ﷺ کی مقدس ہجرت گاہ ہے۔ اس نے آپ ﷺ کو ٹھکانہ مہیا فرمایا' آپ کی دعوت کو پھیلایا، آپ کے دین کی نصرت و مدد کی اور اس کے باسیوں نے اپنی جان' مال اور اولاد قربان کر کے آپ کی حفاظت فرمائی حتی کہ اللہ عزوجل نے آپ کو غالب فرما دیا۔ لہٰذا مدینہ منورہ کی فضیلت کوئی مخفی امر نہیں بلکہ اس دین کی نصرت و امداد میں اس کے ایسے عظیم کارنامے ہیں جن کا

[1] صحيح بخاري، حديث:١٨٨٩، صحيح مسلم، حديث:١٣٧٦

انکار ممکن نہیں۔

نیز مدینہ کی پاک سرزمین نے نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو اپنے اندر سمو رکھا ہے جس سے اس کو چار چاند لگ گئے ہیں، پھر اس میں آپ ﷺ کی عظیم مسجد بھی ہے جس سے اس کی طہارت کی کوئی حد نہیں رہی۔ ان دو امتیازات کی بنا پر یہ مقدس شہر کمال کے رتبہ پر پہنچ چکا ہے اور اس کی محبت و عظمت اور قدر و منزلت مسلمانوں کے دلوں میں اپنے عروج پر ہے۔

مدینہ منورہ میں خیر ہی خیر ہے۔ اس میں اعمال کا ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ مدینہ منورہ کے روحانی مرکز مسجد نبوی میں پڑھی ہوئی ایک نماز مسجد حرام کے سوا دوسری مساجد میں پڑھی ہوئی ہزار نماز سے افضل ہے۔ مدینہ منورہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں لہٰذا اس میں طاعون اور دجال کا داخلہ ناممکن ہے۔ مدینہ منورہ میں "رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّه" جیسی مقدس جگہ ہے۔ جو شخص مدینہ منورہ میں فوت ہوتا ہے، روز قیامت رسول کریم ﷺ کی شفاعت کا حقدار قرار پاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا ہے جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا تھا۔ نیز یہ وہ مقدس شہر ہے جو خبیث لوگوں کو یوں نکال باہر کرتا ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے سے زنگ دور کر دیتی ہے۔ مدینہ والوں کی یہ عظمت و کرامت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا دفاع فرماتے ہیں۔ جو شخص اہل مدینہ کو ناحق خوفزدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوفزدہ کریں گے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔

نیز یہ پاکیزگی کا مرکز ہے اس لیے اس کا نام "طَابَه" اور "طَيِّبَه" بھی ہے کیونکہ اس کی ہر چیز پاکیزہ ہے۔ اس کی زمین بھی، فضا بھی، اس کی کھجوریں بھی، غلہ بھی، یہاں کی زندگی بھی اور اس کی آغوش میں موت بھی، ان سب سے بڑھ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی مسجد

بھی اور آپ کی آخری آرام گاہ بھی۔

اس عظیم الشان مرتبت اور فضیلت کی بنا پر ہم یہ کتاب پیش کر رہے ہیں جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا اور مدینۃ الرسول ﷺ کے ساتھ اظہار محبت کا ذریعہ ہے۔ اختصار کے باوجود ان شاء اللہ قاری کو اس کتاب میں مدینۃ الرسول ﷺ کے متعلق وافر معلومات پڑھنے کو ملیں گی۔

ہماری یہ انتہائی کوشش ہوگی کہ ہم معتبر اور صحیح روایات ہی ذکر کریں۔ اگر ہم اس میں کامیاب رہے تو یہ اللہ عزوجل کا فضل ہوگا اور ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

(وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وآله وصحبه أجمعين.)

خادم کتاب وسنت

عبد المالك مجاهد

مدیر مسئول دارالسلام

مدینہ منوّرہ...... تاریخ اور نام

"یثرب" کی بنیاد: تمام عربی مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ "یثرب" دراصل سیدنا نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ایک آدمی کا نام تھا جس نے اس شہر کی بنیاد رکھی۔ اس کے نام پر اس شہر کا نام بھی "یثرب" پڑ گیا۔

یہ شہر بسانے کی ضرورت کیوں پڑی؟...... ایک روایت کے مطابق...... طوفانِ نوح کے بعد سیدنا نوح علیہ السلام کے بیٹے جس علاقہ میں ٹھہرے وہ علاقہ آہستہ آہستہ ان کی رہائش کے لیے تنگ ہو گیا تو ان میں سے بہت سے لوگ کسی نئی جگہ کی تلاش میں مغرب کی طرف چل پڑے جہاں وہ اطمینان سے زندگی گزار سکیں۔ ان میں سے ایک قبیلہ "عُبَیْل" اس علاقہ میں پہنچا جہاں بعد میں یثرب آباد ہوا۔ اس علاقہ کا وافر پانی اس کے درخت اور وسیع پتھریلے میدان جو اس کی حفاظت کا قدرتی ذریعہ تھے ان کو بہت بھائے اس لیے وہ یہیں فروکش ہو گئے۔

یثرب کے ابتدائی رہائشی

یثرب کے ابتدائی باشندے تین بڑے بڑے قبیلے تھے:

① عَمَالِیْق: راجح روایت کے مطابق انھی لوگوں نے "یثرب" کی بنیاد رکھی کیونکہ یثرب' جس کے نام پر اس شہر کا نام "یثرب" پڑا، کا قبیلہ "عُبَیْل" عَمَالِیْق میں سے تھا۔ اہل قبیلہ کے نام ہی سے واضح ہوتا ہے کہ وہ عظیم قد کاٹھ کے مالک تھے۔ یہ لوگ

"عَملِیق بِنْ لَاوذ بِنْ سَام بِنْ نُوح" کی نسل سے تھے، پہلے وہ بابل کے علاقہ میں رہتے تھے پھر وہ جزیرۂ عرب کے مختلف علاقوں میں بکھر گئے' ان میں سے کچھ یثرب کے علاقہ میں جا گزیں ہوئے۔ یہ بات شک وشبہ سے بالا ہے کہ وہ عرب تھے اور علامہ طبری کے نزدیک ان کے جد امجد "عملیق" عربی زبان کے بانی تھے۔

② یہُود: جب مسلمانوں نے یثرب کی طرف ہجرت کی تو وہاں کئی یہودی قبائل آباد تھے اور اس بات پر بھی مؤرخین متفق ہیں کہ یثرب کے اکثر یہودی، فلسطین سے ہجرت کر کے آنے والوں کی نسل سے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ بخت نصر کے حملہ کے بعد بھاگ کر آئے تھے، بخت نصر نے یہود کی حکومت پر حملہ کر کے بے شمار یہودی قتل کیے اور بہت سوں کو قید کیا، یہ 586 (ق۔م) کی بات ہے۔ پھر 70ء اور 132ء میں رومیوں نے ان کو تشدد کا نشانہ بنایا تو باقی لوگ بھی فلسطین سے ہجرت کر گئے۔ ان میں سے کسی موقع پر یہ لوگ یثرب میں فروکش ہوئے۔ علاقۂ یثرب میں پہنچنے والے اوّلین قبائل بنُو قُرَیظَه' بنُو نَضِیر اور بنُو یَهدِل تھے۔ پھر ان کے بعد اور قبائل بھی آتے گئے۔

③ اَوْس اور خَزْرَج: یہ دو قحطانی قبیلے تھے جو "سَدّ مَأرب" کی تباہی کے بعد یمن سے ہجرت کر کے یثرب میں پہنچے۔ ان قبیلوں کی یہاں رہائش سے یثرب کی تاریخ پر بہت گہرا اثر پڑا۔ راجح بات یہ ہے کہ یہ دونوں قبیلے تیسری صدی عیسوی میں یثرب پہنچے۔

مدینہ منوّرہ کے نام
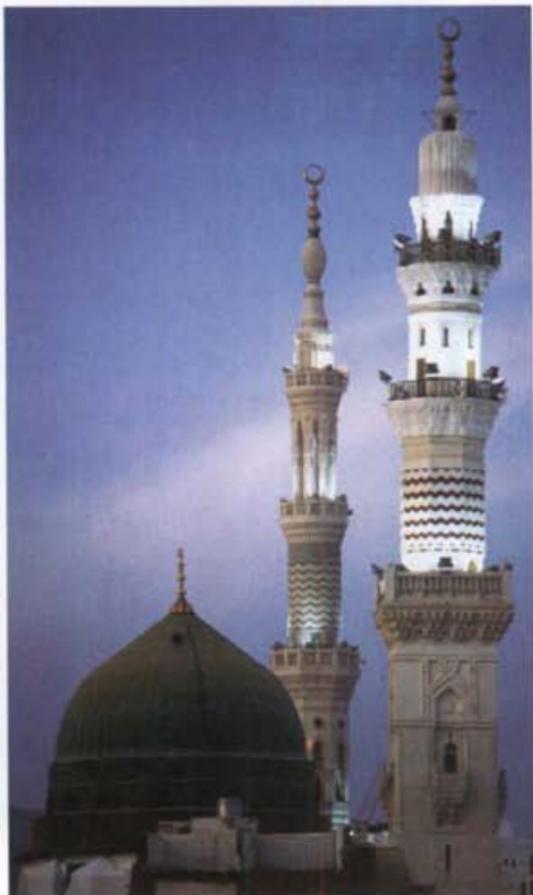
مدينة الرسول ﷺ کے بہت سے نام ہیں۔ناموں کی اس کثرت سے مدینہ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے ان میں سے بعض نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

① **اَلْمَدِیْنَہ:** یہ اس شہر کا سب سے مشہور نام ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہاں ہجرت فرمائی حتٰی کہ یہیں مدفون ہوئے۔

② **طَابَہ:** مدینہ کو "طابہ" بھی کہا جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اس پیارے شہر کا نام "طابہ" رکھا ہے۔ [1]

طَابَہ اور طَیْبَہ، طِیبٌ کے معنی میں ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی برکت سے یہ شہر شرک سے پاک ہوگیا اور ہر پاک چیز کو "طِیب" کہا جاتا ہے۔

[1] صحيح مسلم، حديث: ١٣٨٥، مسند أحمد: ١٠٦/٥

③ **یَثْرِب**: یہ اس شہر کا اولین نام ہے۔ پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ نام، اس شخص کے نام پر پڑا جس نے اس شہر کی بنیاد رکھی تھی۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کا یہ نام تبدیل فرما کر ''اَلْـمَـدِیْنَه'' رکھ دیا۔ ممکن ہے تبدیلی کی وجہ یہ ہو کہ لغت میں ''یثرب'' کا معنی، ملامت، فساد اور خرابی ہے۔ صحیحین میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ چھوڑ کر ایسے علاقہ کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجوروں کے درخت بہت زیادہ ہیں۔ میں نے سمجھا شاید یہ ''یَمَامَه'' یا ''هَجَر'' ہو لیکن معلوم ہوا کہ یہ مدینہ یعنی یثرب ہے۔''[1]

ابوعبیدہ لغوی نے فرمایا:

''یثرب پورے علاقے کا نام ہے مدینہ منورہ تو اس کا ایک حصہ ہے۔''

علامہ یَاقُوت حَمَوِی نے مُعْجَمُ الْبُلْدَان میں لکھا ہے:

''اس شہر کے انتیس نام ہیں: اَلْـمَدِیْنَة، طَیْبَة، طَابَة، اَلْمِسْکِیْنَة، اَلْعَذْرَاء، اَلْـجَابِـرَة، اَلْمُحِبَّة، اَلْمُحَبَّبَة، اَلْمَحْبُوْرَة، یَثْرِب، اَلنَّاجِیَة، اَلْمُوْفِیَة، أَکَّالَةُ الْبُلْدَان، اَلْمُبَارَکَة، اَلْمَحْفُوْفَة، اَلْمُسْلِمَة، اَلْمِجَنَّة، اَلْقُدْسِیَّة، اَلْعَاصِمَة، اَلْمَرْزُوْقَة، اَلشَّافِیَة، اَلْخِیَرَة، اَلْمَحْبُوْبَة، اَلْمَرْحُوْمَة، جَابِـرَة، اَلْمُخْتَارَة، اَلْمُحَرَّمَة، اَلْقَاصِمَة، طَبَابَا۔ نیز نبی کریم ﷺ کی دعا:

﴿رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ﴾

''اے میرے رب! مجھے اچھی جگہ داخل فرما اور اچھی طرح یہاں سے نکال''

---

[1] صحیح بخاری، حدیث:۳۶۲۲، صحیح مسلم، حدیث:۲۲۷۲

کے بارے میں بعض ائمہ کا قول ہے کہ "مُدْخَلَ صِدْقٍ" سے مراد مدینہ منورہ اور "مُخْرَجَ صِدْقٍ" سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔" ❶

*****

❶ معجم البلدان: ۸۳/۵

مدینہ منوّرہ کے فضائل

مدینہ منورہ کے فضائل ومناقب بے حد وحساب ہیں' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک اس کا بہت بلند مرتبہ ہے' بہت سی احادیث اور آثار اس کے مرتبہ وفضیلت اور منقبت کو شدّ ومد سے ثابت کرتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی دعائیں دلالت کرتی ہیں کہ مدینہ منورہ دنیا وآخرت کی بھلائیوں کا جامع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَفِيْ مُدِّنَا وَصَحِّحْهَا لَنَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ))

"اے اللہ! مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں مکہ کی محبت سے بھی بڑھا دے۔ اے اللہ! ہمارے غلہ و پیداوار میں برکت فرما اور اس کی آب و ہوا کو ہمارے موافق بنا دے اور اس کا موسمی بخار "جُحفَه" میں منتقل فرما دے۔" ❶

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔ اس مبارک اور پاکیزہ دعا کے نتیجہ میں مدینہ منورہ کی معیشت روز افزوں ہے اور اس کی محبت ہر مسلمان کے دل میں کائنات کے سب خطوں سے بڑھ کر ہے اور بہت دفعہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں دعا فرماتے سنا:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ))

"اے اللہ! مدینہ میں مکہ سے دگنی برکت فرما" ❷

سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان یوں منقول ہے:

"سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور مکہ والوں کے لیے دعا فرمائی تھی۔ میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں اور میں اس کے رزق اور غلہ کے لیے مکہ کے مقابلہ میں دگنی برکت کی دعا کرتا ہوں۔" •

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد محترم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ایک دفعہ مدینہ میں شدید قحط پڑ گیا اور مہنگائی ہوگئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اے مدینہ والو! صبر کرو اور خوش رہو کیونکہ میں نے تمہارے غلہ کے لیے برکت

---

❶ صحیح بخاری، حدیث: ١٨٨٩، صحیح مسلم، حدیث: ١٣٧٦
❷ صحیح بخاری، حدیث: ١٨٨٥، صحیح مسلم، حدیث: ١٣٦٩
❸ صحیح بخاری، حدیث: ٢١٢٩، صحیح مسلم، حدیث: ١٣٦٠

کی دعا کی ہے۔مل کر کھاؤ۔اکیلے اکیلے نہ کھاؤ اس طرح ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہو جائے گا اور دو کا کھانا چار کو کافی ہوگا، اسی طرح چار کا کھانا پانچ چھ آدمی کھا سکیں گے۔کیونکہ اجتماعیت میں برکت ہوتی ہے۔"❶

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں جب لوگ نیا پھل دیکھتے تو اسے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہاتھ مبارک میں پکڑ کر فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّنَا' اَللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنِّيْ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ))

"اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے پھلوں میں برکت فرما اور ہمارے مدینے میں ہمارے لیے برکت فرما اور ہمارے غلہ میں برکت فرما اور ہمارے رزق میں برکت فرما۔اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔انھوں نے مکہ مکرمہ کے لیے تجھ سے دعا فرمائی تھی۔میں بھی تجھ سے مدینہ کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی برکت کی دعا سے دگنی برکت طلب کرتا ہوں۔" سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر آپ سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور اسے وہ پھل کھانے کے لیے دیتے۔❷

علاوہ ازیں مدینہ منورہ ایمان کا گڑھ اور مرکز ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

---

❶ مسند بزار: ۲٤٠/۱

❷ صحیح مسلم، حدیث:۱۳۷۳

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایمان (قرب قیامت) مدینہ کی طرف یوں لوٹ آئے گا جیسے سانپ (خطرے کے وقت) اپنے بل کی طرف لوٹ آتا ہے۔'' ❶

یعنی جس طرح سانپ اپنے رزق کی تلاش میں بل سے نکل کر اِدھر اُدھر پھرتا رہتا ہے۔ پھر جب اسے کوئی خطرہ ہوتا ہے تو فوراً اپنے بل کی طرف لوٹ آتا ہے، اسی طرح ایمان مدینہ سے باہر نکل کر اکناف ارض میں پھیل جائے گا۔ پھر ہر صاحب ایمان اپنے دل میں نبی ﷺ کی محبت لیے مدینہ منورہ کی طرف چلا آئے گا۔ اور ہر دور میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں لوگ آپ سے طلب علم کے لیے کشاں کشاں مدینہ منورہ جایا کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے دور میں ان سے حصول علم کے لیے اور ان کے بعد آج تک آپ کی مطہر و مقدس مسجد میں نماز کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے۔

❶ صحیح بخاری، حدیث:۱۸۷۶' صحیح مسلم، حدیث:۱۴۷

مدینہ منورہ کی ایک عظیم فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ برے لوگوں کو ٹھہرنے نہیں دیتا' پاکباز لوگ ہی وہاں ٹھہر سکتے ہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اسلام کی بیعت کی۔ اگلے دن آیا تو اسے بخار چڑھا ہوا تھا وہ کہنے لگا: (یارسول اللہ!) میری بیعت واپس کر دیجیے۔ آپ نے انکار فرمایا، تین دفعہ اسی طرح ہوا پھر آپ نے فرمایا:

''مدینہ بھٹی کی طرح میل کچیل دور کرتا رہتا ہے اور پاکیزہ چیز ہی کو باقی رکھتا ہے۔'' ❶

نیز آپ نے فرمایا:

''مدینہ برے لوگوں کو یوں الگ کر دیتا ہے جس طرح آگ چاندی کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔'' ❷

اور جب بھی کوئی برا شخص مدینہ منورہ سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص مدینہ منورہ میں لا بساتا ہے۔ صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے رشتہ دار سے کہے گا: آؤ' آؤ! مدینہ چھوڑ کر خوشحال علاقہ میں چلے جائیں۔ کاش! انھیں علم ہو جائے کہ مدینہ ان کے لیے ہر حال میں بہتر ہو گا۔ قسم اس ذات اقدس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو بھی شخص مدینہ کو ناپسند کرتے ہوئے اس سے نکلے گا، اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص مدینہ میں لا بسائے گا۔ خبردار! یقیناً مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو برے لوگوں کو نکال

---

❶ صحیح بخاری، حدیث: ١٨٨٣' صحیح مسلم، حدیث: ١٣٨٣

❷ صحیح مسلم، حدیث: ١٣٨٤

باہر کرتا ہے۔ قرب قیامت بھی مدینہ برے لوگوں کو ایسے نکال باہر کرے گا جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔" ❶

البتہ جو شخص کسی اور مقصد کی خاطر مدینہ منورہ کی رہائش چھوڑے، اس کے لیے کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ناپسند کرتے ہوئے" کی قید لگائی ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی رہائش کی طرف رغبت دلا رہے ہیں کیونکہ آپ مدینہ کی دنیوی اور اُخروی خیر وخوبی کو خوب سمجھتے تھے۔ سیدنا سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص تنگی اور مشقت کے باوجود مدینہ میں ٹھہرا رہے گا' میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا (فرمایا کہ) گواہ ہوں گا۔" ❷

حقیقت یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے باسی کے لیے صرف یہی خوشخبری کافی ہے اور مدینہ منورہ کی فضیلت کے لیے یہی بس ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ کی رہائش کی فضیلت

---

❶ صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۸۱ ❷ صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۶۳

جانتے تھے، اس لیے باوجود تنگی وترشی کے اسی کی رہائش کو ترجیح دیتے تھے اور اگر کوئی شخص کسی اور شہر میں جانے کا ارادہ کرتا تو وہ اسے ایسا کرنے سے روکتے تھے۔

حضرت سعید مقبری رحمہ اللہ اپنے والد ابوسعید مہری رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حرہ کے واقعہ کے وقت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے مدینہ منورہ کی رہائش چھوڑ دینے کے بارے میں مشورہ لیا، کیونکہ وہ کثیر العیال تھے مہنگائی بہت زیادہ ہوگئی تھی اور انھوں نے گزارش کی کہ میں ان حالات میں گزارا نہیں کر سکتا۔

آپ فرمانے لگے: افسوس! میں تجھے یہ مشورہ نہیں دے سکتا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

"جو شخص مدینہ کی تنگی وترشی پر صبر کرے اور یہیں فوت ہو، میں قیامت کے دن اس کے لیے سفارشی یا گواہ ہوں گا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔" ❶

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں وفات کو محبوب قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

"جس شخص کے بس میں ہو، وہ مدینہ میں فوت ہو کیونکہ میں مدینہ میں فوت ہونے والے کی (قیامت کے دن) سفارش کروں گا۔" ❷

مدینہ منورہ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو اہل مدینہ کو خوفزدہ کرے یا ان سے مکر وفریب کرے۔ صحیح بخاری میں عائشہ بنت سعد کی روایت ہے کہ میں نے (اپنے والد محترم) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

---

❶ صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۷٤

❷ جامع ترمذی، حدیث: ۳۹۱۷

"جو شخص اہل مدینہ سے مکر وفریب کرے گا وہ اس طرح ناپید ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے۔" ❶

اور امام نسائی رحمہ اللہ نے سیدنا سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان فرمائی ہے:

"جو ظالم شخص اہل مدینہ کو خوفزدہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے خوفزدہ کریں گے اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔ ایسے شخص سے کوئی فرض یا نفل قبول نہیں کیا جائے گا۔" ❷

حضرت عامر بن سعد کی اپنے والد محترم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ بدسلوکی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آگ میں یوں پگھلائیں گے جس طرح سیسہ پگھل جاتا ہے یا جیسے نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے۔" ❸

اور حد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنا، خود آنجناب کو خوفزدہ کرنے کے مترادف قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے کوئی فرض یا نفل قبول نہیں فرمائیں گے۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اہل مدینہ کو خوفزدہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی طرف سے لعنت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی فرض یا نفل قبول نہیں فرمائیں گے۔ جس شخص نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا، یوں سمجھے اس نے اِس کو خوفزدہ کیا۔" یہ

---

❶ صحیح بخاری، حدیث:۱۸۷۷

❷ سنن کبریٰ نسائی، حدیث:٤٢٦٦

❸ صحیح مسلم، حدیث:۱۳٦۳

فرماتے ہوئے آپ نے اپنی طرف اشارہ کیا۔ ❶

اور ایک حدیث میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ہلاک اور برباد ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوفزدہ کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹوں یا دونوں میں سے کسی ایک نے استفسار کیا: ابا جان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا چکے ہیں، آپ کو خوفزدہ کرنے کا کیا مطلب؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

"جس نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا، اُس نے خود مجھے خوفزدہ کیا۔" ❷

مدینہ منورہ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں دجال اور طاعون داخل نہیں ہو سکتے، یہ بات بہت سی صحیح احادیث میں مذکور ہے۔ صحیحین میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں، اس میں طاعون اور دجال کا داخلہ ممکن نہیں۔" ❸

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دجّال ہر شہر میں داخل ہوگا سوائے مکہ اور مدینہ کے، کیونکہ ان کے راستوں پر فرشتے صفیں باندھے حفاظت کر رہے ہوں گے وہ ایک ناکارہ سی زمین میں پڑاؤ ڈالے گا۔ پھر مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے جن کے ڈر سے ہر کافر و منافق مدینہ سے نکل کر دجال سے جا ملے گا (اور مدینہ منورہ پاک ہو جائے گا)۔" ❹

---

❶ مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۹/۶، حدیث: ۳۲۴۱۷

❷ مسند احمد: ۳۵۴/۳

❸ صحیح بخاری، حدیث: ۱۸۸۰' صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۷۹

❹ صحیح بخاری، حدیث: ۱۸۸۱' صحیح مسلم، حدیث: ۲۹۴۳

صحیح بخاری میں سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''مدینہ میں دجال کا رعب داخل نہ ہوگا، ان دنوں مدینہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے مقرر ہوں گے۔'' [1]

ان تمام فضائل کے علاوہ دو ایسی عظیم فضیلتیں ہیں جن کے مساوی کوئی دوسری فضیلت نہیں اور وہ یہ کہ مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کا روضہ مبارک اور آپ کی مقدس مسجد موجود ہیں۔ ان شاء اللہ ان کا ذکر ہم الگ طور پر کریں گے۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے مدینہ کی فضیلت یوں منقول ہے:

''مدینہ منورہ نبی کریم ﷺ کی ہجرت گاہ اور آپ کی سنت کا مرکز ہے، اس کے ہر طرف شہداء (صحابہ) مدفون ہیں، اللہ عزوجل نے اسے اپنے پیارے نبی ﷺ کے لیے پسند فرمایا، حتیٰ کہ آپ کی قبر مبارک بھی یہیں بنی، اس میں ''رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّہ'' بھی ہے اور منبر رسول ﷺ بھی۔'' اس کے علاوہ اس میں مسجد قباء بھی ہے۔

[1] صحیح بخاری، حدیث:١٨٧٩

رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ سے محبت

مدینہ منورہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور آپ کی دعاؤں سے، مدینہ منورہ سے آپ کی محبت بالکل عیاں ہے۔ آپ نے بنفسِ نفیس دعا فرمائی تھی:

((اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ))

''اے اللہ! مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں مکہ کی محبت سے بھی بڑھا دے۔'' ❶

اور آپ کے مستجاب الدعوات ہونے میں کوئی شک نہیں۔

بہت سی احادیث مدینہ منورہ سے آپ کی محبت پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ کا یہ فرمان ملاحظہ کیجیے:

''مدینہ میری ہجرت گاہ ہے، اس میں میرا مستقل گھر ہے، اِسی سے میں اٹھایا جاؤں گا، اس کے باشندے میرے پڑوسی ہیں اور میری امت پر فرض ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کا لحاظ رکھیں۔'' ❷

اس حدیث سے محبت کے جذبات صاف ظاہر ہو رہے ہیں جو کہ محتاجِ دلیل و تشریح نہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث اس محبت کو صراحتاً بیان کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ کے در و دیوار پر نظر پڑتی تو آپ مدینہ منورہ کی محبت کی وجہ سے اپنی اونٹنی کو تیز چلاتے اور اگر کسی دوسرے چوپائے پر سوار ہوتے تو اسے ایڑ لگاتے۔ ❸

---

❶ صحیح بخاری، حدیث:١٨٨٩، صحیح مسلم، حدیث:١٣٧٦

❷ الفردوس للدیلمی' حدیث:٦٦٨١

❸ صحیح بخاری، حدیث:١٨٨٦

آپ ﷺ کا مدینہ کو "حرم" قرار دینا

مدینہ منورہ کا حرم ہونا اگرچہ اس کے عظیم فضائل میں شامل ہے مگر ہم اس کی خاص اہمیت کی وجہ سے اس کے لیے الگ عنوان قائم کر رہے ہیں، نیز اس لیے بھی کہ اس کے ساتھ کچھ شرعی احکام کا بھی تعلق ہے۔

مدینہ منورہ کا حرم ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے، سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور مکہ والوں کے لیے دعا کی تھی، اور میں نے مدینہ کو اسی طرح حرم قرار دیا ہے اور اس کے غلہ اور رزق کے لیے مکہ سے دگنی برکت کی دعا کی ہے۔" [1]

یہ حدیث ان علماء کی دلیل ہے جو مدینہ منورہ کو حرم تسلیم کرتے ہیں اور جمہور اہل علم اسی کے قائل ہیں، اس حدیث کو دس سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے نقل فرمایا ہے۔

صحیحین میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۲۱۲۹، صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۶۰

((لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا))

''مدینہ عیر پہاڑ سے ثور پہاڑ تک حرم ہے۔ جو شخص اس میں فساد کرے یا کسی فسادی کو ٹھکانہ مہیا کرے اس پر اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور سب لوگوں کی طرف سے لعنت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے کوئی فرض و نفل قبول نہیں فرمائیں گے۔'' ❶

''عیر'' اور ''ثور'' کے محل وقوع کے بارے میں تفصیلی معلومات آگے آ رہی ہیں۔

صحیحین میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: اگر میں مدینہ منورہ میں ہرنیوں کو چرتے ہوئے دیکھوں تو ان کو نہ بھگاؤں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''مدینہ کے دو پتھریلے میدانوں کا درمیانی علاقہ حرم ہے۔'' ❷

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مدینہ منورہ کے جانور اور درخت قابل احترام ہیں۔ مدینہ منورہ کے حرم ہونے کا لازمی نتیجہ ہے کہ مدینہ منورہ کے کسی شکار کو خوفزدہ نہ کیا جائے، اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور یہاں کی گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے جیسا کہ مکہ مکرمہ کے حرم کا حکم ہے' کیونکہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مدینہ کے حرم میں گھاس نہ کاٹی جائے، شکار کو نہ ڈرایا جائے اور گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے اِلّا یہ کہ اعلان کرنے والا اس کو اٹھائے اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس میں لڑائی کے لیے اسلحہ اٹھائے یا کسی درخت کو کاٹے البتہ اپنے اونٹ کو پتے وغیرہ کھلا سکتا ہے۔'' ❸

❶ صحیح بخاری، حدیث: ۱۸۷۰' صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۷۰

❷ صحیح بخاری، حدیث: ۱۸۷۳' صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۷۲

❸ سنن ابی داود، حدیث: ۲۰۳۵

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے رسول کے قرار دادہ حرم سے درختوں کے پتے جھاڑے جائیں نہ انھیں کاٹا جائے البتہ درخت کو ہلکے سے ہلایا جا سکتا ہے۔ (پھر جو پتے اپنے آپ گر پڑیں وہ جانوروں کو کھلا دیے جائیں)'' ❶

ان تمام احادیث سے واضح ہے کہ مدینہ منورہ حرم ہے اس کا شکار، درخت اور گھاس سب کچھ قابل احترام ہے اور درجہ کے لحاظ سے یہ روایات حرم قرار دینے والی روایات سے کم نہیں۔ ❷

*****

---

❶ سنن ابی داود، حدیث: ۲۰۳۹

❷ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح قول یہی ہے کہ حرم مدینہ میں شکار کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ (اس کے شکار کی جزا کے بارے میں) درست بات یہ ہے کہ اس میں کوئی تاوان نہیں دینا پڑے گا لیکن اگر حاکم شکار کرنے والے کو سزا دینا چاہے اور اس سے اس کا سامان وغیرہ ضبط کر لے تو کوئی حرج نہیں۔

توجیه الراغبین الی اختیارات الشیخ ابن عثیمین، ص: ۲٤٤

جَبلِ عَیر

"عَیر" عین کے فتح کے ساتھ۔ مدینہ منورہ کے جنوب میں واقع یہ پہاڑ، حرم مدینہ کی جنوبی جانب کی حد ہے۔ نبی اکرم ﷺ سفر ہجرت میں اس کی مشرقی جانب سے گزرے تھے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عیر اور ثور کے درمیانی علاقہ کو حرم قرار دیا ہے۔

وادیٔ رانوناء اس کے مشرقی دامن سے بہتی ہے۔ [1]

قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"یہ بات معروف ہے کہ "عَیر" مدینہ منورہ میں واقع ہے، اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور شعراء عرب کے کلام میں بھی اس پہاڑ کا ذکر ملتا ہے۔" [2]

---

[1] الدر الثمین، ص: ۲۵۲، ۲۵۳ [2] دیکھیے حاشیہ معجم البلدان: ۱۹۴/۴

جبلِ ثور

یہ بات طے شدہ ہے کہ سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے پیارے ساتھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس غار میں چھپے رہے تھے وہ غار، جبل ثور میں ہے اور وہ جبل ثور مکہ میں واقع ہے۔ ایک اور ثور نامی پہاڑ مدینہ منورہ میں بھی ہے جو کہ اہل مدینہ کے ہاں زمانۂ جاہلیت میں اس نام سے معروف تھا اور دورِ اسلام میں بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ بیل کے مشابہ سیدھا سرخ رنگ کا یہ چھوٹا سا پہاڑ جبل اُحد کی پچھلی جانب واقع ہے۔

جب ''ثور'' کی اضافت اور نسبت جبل کی طرف ہو (یعنی ''جبل ثور'' کہا جائے) تو اس وقت مدینہ منورہ والا پہاڑ مراد ہوتا ہے اور جو مکہ والا ''ثور'' ہے وہ بغیر اضافت کے بولا جاتا ہے۔

اس طریقے سے دونوں (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ثور) کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے اور کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عیر اور ثور کے درمیانی علاقہ کو حرم قرار دیا ہے۔

حاجی کیمپ اور ہوائی اڈے سے گزر کر جدہ جانے والی سڑک اس جبل ثور کے شمال سے گزرتی ہے۔ اس سڑک کو جبل ثور کی پچھلی جانب سے گزارنے کا مقصد یہی ہے کہ غیر مسلم حدودِ حرمِ مدینہ کے باہر سے گزر جائیں۔ ❶

❶ الدر الثمین، ص: ۲۰۰، ۲۰۱

ہجرتِ نبوی سے پہلے کے واقعات

صبح کی کرنیں: جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمالیا کہ اپنے سچے دین کو غالب فرمائے، اپنے آخری نبی کو عزت نصیب فرمائے اور اپنے وعدے پورے فرمائے تو رسول اللہ ﷺ اپنے سابقہ معمول کے مطابق قبائل کو دعوت دیتے ہوئے ایک سال حج کے دنوں میں منیٰ میں تشریف لائے۔ جب آپ جمرۂ عقبہ کے پاس پہنچے تو آپ کو قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی ہدایت مقصود تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم کون لوگ ہو؟''

انھوں نے کہا: ہم قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: ''کیا وہ، جو یہودیوں کے حلیف ہیں؟''

انھوں نے کہا: جی ہاں!

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ دیر بیٹھو گے تاکہ میں تم سے بات چیت کرسکوں؟''

انھوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

وہ آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی دعوت پہنچائی' دین اسلام پیش فرمایا اور قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ اتفاق ایسا تھا کہ یہودی ان کے علاقے میں ان کے ساتھ رہتے تھے، وہ اہل علم تھے اور ان کے پاس بھی اللہ تعالیٰ کی ایک کتاب تھی۔ مدینہ والے مشرک اور بت پرست تھے اور اپنے علاقے میں یہودیوں کو دبا کر رکھتے تھے۔ جب ان کا کوئی باہمی جھگڑا ہوتا تو یہودی ان کو دھمکی دیتے کہ آخری نبی کا دور آرہا ہے ہم اس کے ساتھ مل کر تمھیں عاد و ارم کی طرح قتل کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب ان سے باتیں کیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کی دعوت دی تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: اللہ کی قسم! یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ نبی کریم ہیں جن کے بارے میں یہودی تمھیں دھمکیاں دیتے رہتے ہیں، کہیں وہ تم سے آپ کی پیروی میں سبقت نہ لے جائیں۔

اس لیے انھوں نے آپ کی دعوت تسلیم کرلی' آپ کی تصدیق کی اور دین اسلام کو ان الفاظ کے ساتھ قبول کیا: ہماری قوم باہمی دشمنی اور لڑائی بھڑائی میں تمام اقوام سے بڑھ چکی ہے۔ ممکن ہے آپ کی اتباع کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان میں اتفاق پیدا فرمادے' ہم ان کے پاس جا کر آپ کی دعوت پیش کریں گے اور جو دین ہم نے قبول کیا ہے اس کی طرف ان کو بھی دعوت دیں گے' اگر وہ متفق ہوگئے تو ان شاء اللہ آپ کو عظیم غلبہ نصیب ہوگا۔

آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے کے بعد یہ لوگ آپ سے رخصت ہو کر اپنے شہر چلے گئے۔ ان حضرات کے نام یہ ہیں:

① اَسعد بن زُرارہ ② عوف ابن عفراء (عفراء ان کی والدہ کا نام تھا، ان کے والد کا

نام حارث بن رفاعہ تھا) ③ رافع بن مالک زُرَقی ④ قُطبہ بن عامر سلمی ⑤ عُقْبہ بن عامر (ان کی بجائے معاذ بن عفراء کا نام بھی ذکر کیا گیا ہے) ⑥ جابر بن عبداللہ۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ سب بنو خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ ❶

بیعت عقبہ اولیٰ: جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس آئے تو انھوں نے اپنی قوم کے سامنے رسول اللہ ﷺ اور آپ کی تعلیمات کا تذکرہ فرمایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آئندہ سال موسم حج میں انصار کے بارہ آدمی جمرۂ عقبہ کے پاس آپ سے ملے اور ان الفاظ کے ساتھ آپ کی بیعت کی جو قرآن مجید میں عورتوں کی بیعت کے سلسلہ میں مذکور ہیں۔ یہ پہلی بیعت عقبہ تھی اس وقت تک ان پر جنگ فرض نہیں ہوئی تھی۔ ❷

ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ سے مذکور ہے کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ 'جو کہ بدر میں بھی حاضر ہوئے تھے اور بیعت عقبہ والوں میں بھی شامل تھے' نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اردگرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا:

''مجھ سے بیعت (عہد) کرو کہ تم

❶ تاریخ طبری: ۲/۸۶ - ۸۷ ❷ تاریخ طبری: ۲/۸۷

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گے، اپنی طرف سے گھڑ کر کسی پر جھوٹا الزام نہیں لگاؤ گے اور کسی اچھے کام میں میری نافرمانی نہیں کرو گے۔ تم میں سے جو شخص اس عہد کی پابندی کرے گا اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور جو شخص ان میں سے کوئی کام کرے پھر اسے دنیا ہی میں اس کی سزا مل جائے تو وہ سزا اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گی اور جو شخص ان میں سے کوئی کام کرے پھر اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، چاہے اسے معاف کر دے اور چاہے تو اسے سزا دے۔''

ہم نے ان الفاظ کے ساتھ آپ کی بیعت کی۔ [1]

پہلے معلم: یہ شخصیت، سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پہلی بیعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسلام لانے والوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا اور حکم دیا کہ انھیں قرآن مجید پڑھائیں، اسلام کی تعلیمات سکھائیں اور انھیں دینی سوجھ بوجھ سے روشناس کرائیں۔ اس لیے سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں ''قاری صاحب'' کہا جاتا تھا۔ ان کی رہائش سیدنا اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تھی۔ ان کی کوشش اور بہترین تعلیمی انداز کے نتیجہ میں حضرت سعد بن معاذ مسلمان ہو گئے جو کہ حضرت اسعد بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی اور اپنی قوم کے بڑے سردار تھے۔ اسی طرح ایک دوسرے سردار حضرت اُسَید بن حُضَیر بھی مسلمان ہو گئے۔ ان دو شخصیتوں کا اسلام، مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام کا پیش خیمہ بن گیا حتّٰی کہ مدینہ منورہ کے ہر گھر میں کوئی نہ کوئی مسلمان ہو گیا۔

بیعت عقبہ ثانیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال تک عُکاظ اور مَجَنّہ میں اور موسم حج میں منیٰ میں لوگوں کے خیموں میں جا جا کر پیش کش کرتے رہے:

''کون مجھے اپنے علاقے میں لے جائے گا؟ کون میری مدد کرے گا کہ میں اپنے رب کا

---

[1] صحیح بخاری، حدیث:۱۸، صحیح مسلم، حدیث:۱۷۰۹

پیغام پہنچا سکوں، اس کے بدلے وہ جنت کا حقدار ہوگا۔"

اگر کوئی سردار متوجہ ہوتا تو آپ کی قوم کے لوگ اسے بہکانے لگتے کہ اس قریشی نوجوان سے بچ کر رہو کہیں یہ تمہیں کسی مصیبت میں نہ ڈال دے۔ آپ ان میں سے گزرتے تو وہ انگلیاں اٹھا اٹھا کر آپ کی طرف اشارے کرتے۔

انصار مدینہ نے سوچا کہ ہم کب تک رسول اللہ ﷺ کو مکہ کے پہاڑوں میں یوں پریشان پھرتا چھوڑیں گے لہٰذا اگلے موسم حج میں ستر آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے عقبہ کی گھاٹی میں ملاقات کا پروگرام طے کیا۔ وقت مقررہ پر ایک ایک دو دو کر کے آدمی اکٹھے ہوتے گئے۔ جب سب جمع ہوگئے تو کہنے لگے: "اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے کن شرائط پر آپ کی تشریف آوری کا معاہدہ کریں؟"

آپ نے فرمایا: "معاہدہ اسی بات پر ہوگا کہ تم ہر پسند و ناپسند میں میری اطاعت پر کار بند رہو گے، نیکی کا حکم دو گے، برائی سے روکو گے، اللہ کی بات کرو گے، اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کی

ملامت کا خوف نہیں رکھو گے اور جب میں تمہارے ہاں آ جاؤں تو تم میری مدد کرو گے اور اپنے جان و مال اور بیوی بچوں کی طرح میری حفاظت کرو گے۔ اس کے نتیجہ میں تمھیں جنت ملے گی۔"

چنانچہ سب انصار اٹھے اور آپ کی بیعت کر لی۔ سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، جو ان میں سب سے چھوٹے تھے، آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے: "اے یثرب والو! سوچ لو، ہم اتنا پر مشقت سفر کر کے اس لیے آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ کو مکہ مکرمہ سے نکال کر اپنے ساتھ لے جانے کا مطلب پورے عرب کی دشمنی اور اپنے سرداروں کا قتل اور تلواروں کی جھنکار ہے۔ اگر تو تم اس سب کو برداشت کر سکو تو یقیناً تم اللہ تعالیٰ سے ثواب کے حقدار ہو گے اور اگر کسی نفسانی کمزوری کا خطرہ ہو تو ابھی بتا دو، یقیناً تم اللہ تعالیٰ کے ہاں معذور شمار ہو گے۔"

انصار کہنے لگے: "اسعد! اس کا تصور بھی نہ کرو، ہم کبھی بھی اس بیعت کی خلاف ورزی نہیں کریں گے اور نہ ہی اس کو ضائع کریں گے۔"

ان سب نے آپ کی بیعت کر لی اور آپ نے ان شرائط کے مطابق معاہدے کے بدلے ان سے جنت کا وعدہ فرما لیا۔ [1]

اس بیعت کی مزید پختگی کے لیے سیدنا براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ مبارک پکڑا اور عرض پرداز ہوئے: "جی ہاں! قسم اس ذات اقدس کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہم اپنی ذات سے بڑھ کر آپ کی حفاظت کریں گے۔ اللہ کی قسم! ہم نسل در نسل جنگجو لوگ رہے ہیں اور ہتھیار چلانا خوب جانتے ہیں۔ اس کے بعد انصار نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے ساتھ آپ کو غلبہ نصیب ہو جائے تو کہیں آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس واپس نہ آ جائیں۔"

---

[1] البداية والنهاية: ١٥٧/٣

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر گز نہیں! اب تو زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔ میں اور تم ایک ہوں گے، جس سے تمہاری جنگ ہوگی اس سے میری بھی جنگ ہوگی اور جس سے تمہاری صلح ہوگی اسی سے میری صلح ہوگی۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے بارہ سردار میرے سامنے پیش کرو وہ اپنے اپنے قبیلے کے ذمہ دار ہوں گے۔''

انصار نے بارہ سردار پیش کر دیے۔ نو خَزْرَج میں سے اور تین اَوْس میں سے۔ ❶

❶ البداية والنهاية: ٣/ ١٥٨، ١٥٩

مَدینہ مُنوّرہ کی طرف ہجرت

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ ہی میں تھے کہ آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا اور یہ آیت آپ پر نازل ہوئی:

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا﴾

"دعا کیجئے! اے میرے رب! مجھے بہترین طریقے کے ساتھ (مکہ مکرمہ سے) نکالنا اور بہترین طریقے سے (مدینہ منورہ میں) داخل فرمانا اور مجھے اپنی طرف سے غلبہ ونصرت عطا فرمانا۔" ❶

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اگر آپ اور اہل مدینہ کے درمیان مندرجہ بالا معاہدہ نہ ہوا

❶ جامع ترمذی، حدیث:۳۱۳۹، مسند احمد: ۱/۲۲۳

ہوتا تو ہجرت ممکن نہ تھی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ میں اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلے جائیں اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نئے بھائی مہیا فرمائے ہیں اور امن والا علاقہ عطا فرمایا ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسلسل جانے لگے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے انتظار میں مکہ مکرمہ ہی میں رہے۔

جب قریش نے محسوس کیا کہ مسلمان آہستہ آہستہ جا رہے ہیں تو انھیں یقین ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو کوئی محفوظ جگہ مل گئی ہے۔ انھیں خطرہ محسوس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نکل جائیں گے لہٰذا وہ اس کے بارے میں باہمی مشورے کے لیے ''دَارُ النَّدْوَہ'' میں اکٹھے ہوئے۔

کچھ لوگوں نے کہا: ''ہم خود ہی اسے نکال دیتے ہیں۔''

کچھ کہنے لگے: ''نہیں! ہم اسے قید کر دیتے ہیں، جب کھانے کو کچھ نہیں ملے گا تو خود ہی مر جائے گا۔''

ابوجہل ملعون کہنے لگا: ''واللہ! میں تمھیں ایسا حتمی مشورہ دیتا ہوں کہ تم اپنی باتیں بھول جاؤ گے۔''

لوگوں نے کہا: ''بتاؤ!''

وہ کہنے لگا: ''ہم ہر قبیلے سے ایک ایک نامور طاقتور بھرپور نوجوان لیں اور اسے تیز ترین تلوار مہیا کریں۔ پھر وہ سب مل کر یکبارگی آپ پر حملہ کر دیں اگر آپ مارے گئے تو قتل کی ذمہ داری تمام قبائل پر پڑے گی اور میں نہیں سمجھتا کہ قبیلہ بنو ہاشم سب قبیلوں سے لڑائی مول لے سکے گا۔ لازماً وہ خون بہا پر راضی ہو جائیں گے اس طرح ہم اس آفت سے نجات پا لیں گے۔'' (چنانچہ اسی رائے پر اتفاق ہو گیا)

ادھر سیدنا جبریل علیہ السلام فوراً آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو ان کے منصوبے سے مطلع
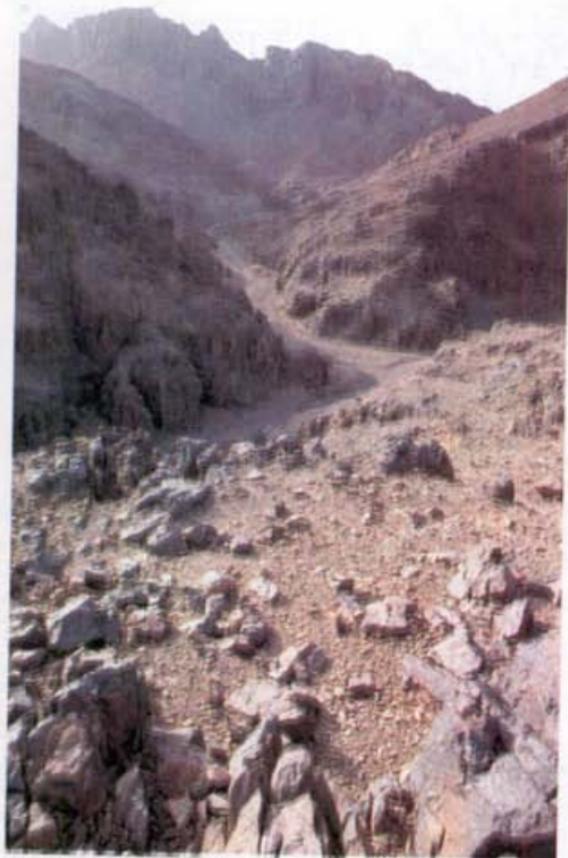
کیا اور فرمایا کہ ”آپ رات اپنے گھر میں نہ سوئیں۔“

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم دیا۔ اس رات آپ اپنے گھر میں نہ سوئے بلکہ آپ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حکم دیا کہ ”میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔“

انھوں نے ایسا ہی کیا۔

آپ باہر نکل گئے' وہ لوگ دروازے پر کھڑے تھے، آپ نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی اور ان کے سروں پر بکھیرتے گزر گئے۔ وہ ایسے اندھے ہوئے کہ آپ کو دیکھ ہی نہ سکے اور آپ سورۂ یٰسٓ کی ابتدائی نو آیات پڑھتے ہوئے تشریف لے گئے۔

اس وقت تک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ مکہ ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی خواہش ظاہر کی تھی مگر آپ نے فرمایا: ”جلدی نہ کرو امید ہے اللہ تعالیٰ تجھے کوئی ساتھی عطا فرمائیں گے۔“

ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ وہ آپ ہی ہوں گے۔ اس لیے انھوں نے دو اونٹنیاں خرید کر گھر ہی میں ان کو چارہ وغیرہ ڈالنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز بلا ناغہ دن میں ایک دفعہ ضرور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے، کبھی صبح کے وقت اور کبھی شام کے وقت۔ لیکن

جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم دیا تو آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں دو پہر کے وقت تشریف لائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو سمجھ گئے ''کوئی اہم معاملہ ہے۔''

جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے لیے چارپائی خالی کر دی۔ آپ تشریف فرما ہوئے تو فرمایا: ''سب کو کمرے سے نکال دو۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض پرداز ہوئے: ''اے اللہ کے رسول! یہاں صرف میری دو بیٹیاں (عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما) ہی ہیں۔ آپ فرمائیں کیا بات ہے؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان!''

آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کا حکم دیا ہے۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گزارش کی: ''یارسول اللہ! آپ کے ساتھ جانے کی آرزو ہے۔''

آپ نے فرمایا: ''ہاں! تم میرے ساتھ جاؤ گے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''اس دن سے پہلے میں نہیں سمجھتی تھی کہ کوئی شخص خوشی سے بھی روسکتا ہے حتی کہ میں نے ابا جان کو آپ کی اس خوشخبری پر روتے دیکھا۔ [1]

مکہ مکرمہ سے روانگی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک عبداللہ بن اُرَیقط سے کچھ رقم پر طے کرلیا تھا کہ وہ ان کو خفیہ راستوں سے مدینہ لے جائے گا۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے سپرد کر دیں کہ وقت مقررہ تک وہ ان کو چراتا رہے اور سنبھال کر رکھے۔ جب آپ مکہ مکرمہ سے نکلے تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ 'ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کے سوا کسی کو آپ کے نکلنے کا علم نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیارے ساتھی سمیت مکہ مکرمہ سے نکل کر غار ثور کی طرف چل پڑے (ثور، مکہ مکرمہ کی نشیبی جانب جنوب میں ایک پہاڑ ہے) اور اس میں داخل ہو گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند ارجمند عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

''تم دن کے وقت ہمارے بارے میں لوگوں کی باتیں سنتے رہنا اور شام کے بعد آ کر

---

[1] البداية والنهاية: ۱۷۶/۳

ہمیں ان کی اطلاع کرتے رہنا۔"

اسی طرح اپنے غلام سیدنا عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"دن کو بکریاں چراتے رہا کرو اور شام کے بعد ہمارے پاس لے آیا کرو۔"

چنانچہ عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما دن بھر قریش میں رہتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے مشورے اور باتیں سنتے پھر شام کے بعد آ کر آپ کو بتاتے جبکہ عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ مکہ کے چرواہوں کے ساتھ مل کر اپنی بکریاں چراتے اور شام کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بکریاں ان کے پاس لے آتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ان بکریوں کا دودھ پیتے اور ضرورت ہوتی تو بکری ذبح کر کے گوشت بھی کھاتے۔ پہلے عبداللہ رضی اللہ عنہ غار سے نکل کر مکہ کی
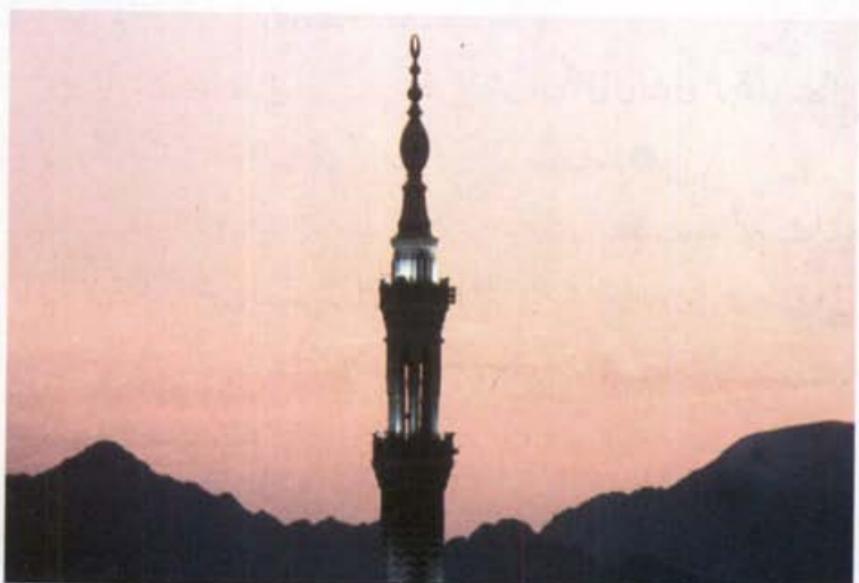
جانب جاتے پھر عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ' تاکہ بکریوں کے چلنے سے ان کے پاؤں کے نشانات مٹ جائیں حتی کہ جب اسی طرح تین راتیں گزر گئیں اور مکہ مکرمہ والے تھک ہار کر بیٹھ گئے تو عبداللہ بن اریقط بھی جس سے آپ نے معاہدہ کر رکھا تھا ان کی دونوں اونٹنیاں اور اپنا ایک اونٹ لے کر آ گیا۔ ادھر حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بھی ان کے سفر کے لیے کھانا وغیرہ لے کر آ گئیں لیکن

اس کا بند لانا بھول گئیں۔ وہ حضرات چلنے لگے تو اسماء رضی اللہ عنہا دستر خوان باندھنے لگیں تو پتہ چلا کہ بند نہیں ہے۔ انھوں نے اپنا کمر بند کھول کر ایک حصے کے ساتھ دستر خوان باندھ دیا اور دوسرا کمر میں باندھ لیا۔ اسی بنا پر ان کو "ذَاتُ النِّطَاقَيْن" کا لقب نصیب ہوا۔ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا وَاَرْضَاهَا)

ادھر جب مشرکین کو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نکل جانے کا پتہ چلا تو وہ ان کی تلاش میں جُت گئے حتّٰی کہ انھوں نے آپ حضرات کی گرفتاری کے لیے سو سو اونٹ انعام مقرر کر دیا۔ پھر وہ آپ کا کھوج لگانے لگے مگر انھیں کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ اسی تلاش میں وہ اس پہاڑ پر بھی چڑھے جہاں آپ دونوں تشریف فرما تھے بلکہ وہ اس غار کے منہ کے پاس بھی پھرتے رہے حتّٰی کہ ان کے پاؤں اندر سے نظر آتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے باعث کہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگے:

"اگر ان میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی طرف نظر کر لی تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔"

آپ نے فرمایا: "ابوبکر! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارے ساتھ اللہ ہے۔"

آپ کا کھوج لگانے والوں میں سراقہ بن مالک بھی تھے جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

جب مدینہ والوں کو رسول اللہ ﷺ کے سفر کا پتہ چلا تو انھوں نے آپ کی تشریف آوری کا انتظار شروع کر دیا۔ وہ ہر روز صبح کی نماز کے بعد مدینہ منورہ سے باہر نکل کر آپ کا انتظار کرتے۔ جب کڑی دھوپ کا راج ہو جاتا تو وہ سایہ کی پناہ لیتے جب کوئی سایہ بھی نہ بچتا تو واپس شہر میں آ جاتے۔ آپ کی تشریف آوری کے مبارک دن بھی وہ باہر بیٹھے انتظار کرتے رہے۔ جب سائے ختم ہو گئے تو وہ مایوس ہو کر گھروں کو چلے گئے۔ اُدھر وہ واپس گئے اِدھر آپ تشریف لے آئے۔ سب سے پہلے آپ کو ایک یہودی نے دیکھا۔ چونکہ اس کو علم تھا کہ اہل مدینہ آپ کی تشریف آوری کے شدت سے منتظر ہیں اس لیے اس نے بلند آواز سے اعلان کیا:

"اے بنو قَیلہ! (انصار کا سابقہ نام) تمہاری قسمت جاگ اٹھی۔ جن کا انتظار تھا وہ تشریف لے آئے۔"

انصار بھاگے بھاگے آئے تو رسول اللہ ﷺ ایک کھجور کے سائے تلے تشریف فرما تھے۔ آپ کے ساتھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے تقریباً ہم عمر ہی تھے۔ اکثر لوگوں نے اس سے قبل آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے ان کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کون سے ہیں؟ لوگوں کا زبردست رش تھا۔ اتفاقاً رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک سے سایہ ہٹ گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور اپنی چادر سے آپ کو سایہ کرنے لگے۔ تب لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا پتہ چلا۔ [1]

مسلمان اپنے اسلحہ کی طرف لپکے اور مسلح ہو کر حَــــرَّہ (ایک پتھریلے میدان) میں آپ کا باضابطہ استقبال کیا اور پھر اسلحہ کی چھاؤں میں آپ کو لے کر مدینہ کی طرف چلے۔ راستے میں آپ دائیں طرف کو مڑے اور بستی قُباء میں بنو عمرو بن عوف قبیلہ کے ایک صاحب کلثوم بن ہِدْم کے ہاں اترے۔ (بعض مؤرخین کے مطابق آپ پہلے ایک کھجور کے سائے میں فروکش ہوئے تھے۔ پھر حضرت کلثوم کے گھر منتقل ہوئے۔) یہ پیر کا دن تھا، تاریخ ۱۲ ربیع الاول تھی اور آپ کی بعثت کا تیرہواں سال تھا۔ آپ قُباء میں چودہ دن ٹھہرے جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان دنوں میں آپ نے مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔

قباء سے روانہ ہوئے تو تھوڑے ہی فاصلے پر نماز جمعہ کا وقت ہو گیا' رسول اللہ ﷺ نے بنو سالم بن عوف کے علاقے میں ''وادیٔ رَانونا'' کے مقام پر دوسرے حاضرین سمیت جمعہ ادا فرمایا۔ آپ نے اس مقام پر ایک مسجد کی بنیاد رکھی جسے بعد میں ''مسجد جمعہ'' کہا جانے لگا۔

مدینہ منورہ میں تشریف آوری: رسول اللہ ﷺ نے جب قباء سے مدینہ منورہ تشریف لانے کا ارادہ فرمایا تو اپنے ننھیال ''بَنُو نَجّار'' کو پیغام بھیجا۔ وہ ہتھیار سجا کر آئے تو رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر ان کے جلو میں چلے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار تھے۔ بنو نجار اور مسلمانوں کا ایک ہجوم، آپ کے اردگرد تھے۔ کوئی سوار تھا کوئی پیدل، کوئی دائیں تھا کوئی بائیں اور کوئی پیچھے۔ جب بھی آپ کسی گھر کے پاس سے گزرتے تھے تو اس گھر والے آپ سے اترنے کی درخواست

[1] البداية والنهاية: ١٩٤/٣

کرتے مگر آپ فرماتے:

”میری اونٹنی کو چلنے دو، یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رکے گی۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی ”قَصْوَاء“ چلتی رہی حتیٰ کہ جب وہ بنو مالک بن نجار کے محلہ میں پہنچی تو وہاں رکی جہاں بعد میں آپ کی مسجد کا دروازہ بنا۔ اور وہ جگہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے تھی۔

مدینہ والے آپ کی تشریف آوری پر انتہائی خوش تھے۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”میں نے کبھی اہل مدینہ کو اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے خوش ہوئے۔“ [1]

حتیٰ کہ حبشی لوگوں نے خوشی میں نیزوں اور خنجروں سے کھیل دکھایا۔ پردہ نشین عورتیں بھی چھتوں پر چڑھ چڑھ کر دیکھ رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں بھی خوشی سے نعرے لگا رہے تھے:

”اللہ کے رسول آ گئے، اللہ کے رسول آ گئے ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔“

سیدنا براء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہم رات کے وقت مدینہ منورہ پہنچے۔ ہر شخص کوشش کر رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مہمان بنیں۔

آپ نے فرمایا: ”آج میں اپنے دادا محترم عبدالمطلب کے ننھیال بنونجار کا مہمان بنوں ہوگا، یہ عزت و سعادت انھیں حاصل ہوگی۔“

رش کی وجہ سے مرد عورتیں چھتوں پر بھی چڑھے ہوئے تھے۔ لڑکے بالے

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۲۵

راستوں میں بھاگے پھرتے نعرہ زن تھے:

''یَا مُحَمَّدُ! یَارَسُوْلَ اللّٰہ! یَا مُحَمَّدُ! یَارَسُوْلَ اللّٰہ!'' ❶

غرض رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری کا دن مدینہ منورہ کی تاریخ میں ایک یادگار دن ہے جس کی مثال مدینہ منورہ نے نہ پہلے دیکھی تھی نہ کبھی بعد میں دیکھ سکے گا۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدینہ میں تشریف آوری کے دن سے بڑھ کر خوبصورت اور بارونق کوئی دن نہیں دیکھا۔'' ❷

پھر رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کا حکم دیا۔ ہم آئندہ صفحات میں مسجد نبوی کی تعمیر کی تفصیل بیان کریں گے کہ وہ کن چیزوں سے بنائی گئی اور کہاں بنائی گئی؟ نیز اس کی کچھ تاریخ بھی بیان کریں گے۔

❶ صحیح مسلم، کتاب الزھد' حدیث:۲۰۰۹/۷۵

❷ مسند احمد:۱۲۲/۳

مدینہ منورہ میں رہائش اور مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ اور مؤاخات

رسول اللہ ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے۔ اس مؤاخات کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین کے دلوں سے غریب الوطنی کی وحشت ختم ہو جائے۔ گھر بار اور قوم وقبیلہ کی جدائی کے اثرات زائل ہوں اور مسلمان باہم مل کر ایک دوسرے کی کمزوری دور کریں۔ پھر جب اسلام کو غلبہ حاصل ہونے لگا، مسلمانوں کا شیرازہ بندھنے لگا اور وحشت ختم ہوگئی تو وراثت ختم کر دی گئی اور سب مومنوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا اور یہ آیت اتری:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾

''بلاشبہ تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔''❶

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے خصوصاً ہم مہاجرین وانصار کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ﴾

''رشتہ دار (وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔''❷

بات یہ تھی کہ ہم مہاجر لوگ جب مدینہ آئے تو ہمارے پاس کوئی مال نہیں تھا۔ ہم نے انصار کو بہت اچھے بھائی پایا۔ ہم جب ان کے بھائی بنے تو انہوں نے ہمیں اپنا وارث

---

❶ سورة الحجرات:١٠ ❷ سورة الاحزاب:٦
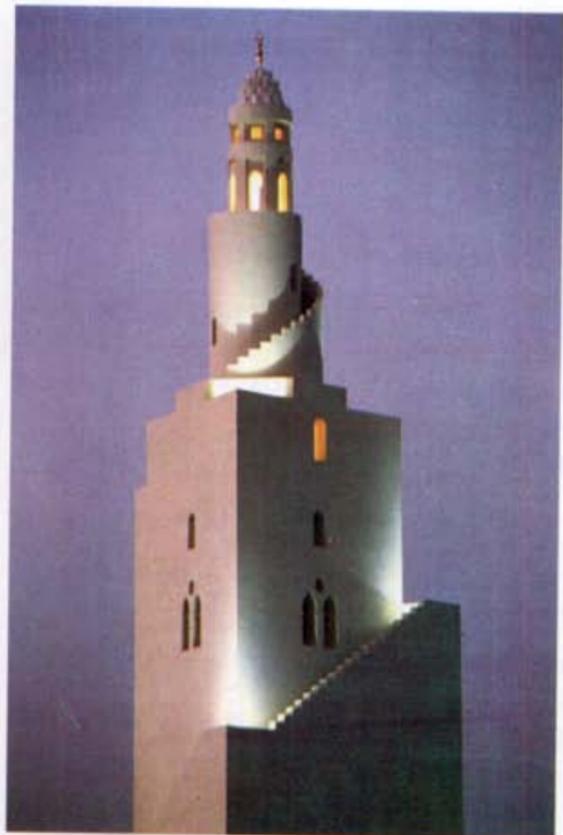
بنایا اور ہم نے ان کو۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بھائی بنے' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فلاں انصاری کے' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بنو زُریق بن سعد میں سے ایک انصاری کے (بعض مؤرخین نے کسی اور کا نام بھی لیا ہے) اور میں حضرت کعب بن مالک کا بھائی بنا۔ میں ان کے پاس آیا تو ان کے پاس بہت زیادہ اسلحہ تھا۔ اللہ کی قسم! اگر ان دنوں وہ فوت ہو جاتے تو میرے سوا کوئی ان کا وارث نہ بنتا حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی' تو پھر ہم اپنی اصل وراثتوں کی طرف لوٹ گئے۔" [1]

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تو انھوں نے پیش کش کی کہ "مجھ سے نصف اہل و مال لے لیں۔"

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہارے اہل و مال میں برکت فرمائے (میں نہیں لوں گا) بس آپ مجھے بازار کا پتہ بتا دیجیے۔ (میں وہاں تجارت کروں گا)"

چنانچہ انھوں نے تجارت شروع کی تو انھیں کچھ پنیر اور گھی منافع میں حاصل ہوا۔ چند دن بعد

---

[1] تفسیر ابن کثیر، سورة الاحزاب' آیت ٦

نبی کریم ﷺ نے انھیں دیکھا تو ان پر زرد خوشبو کے آثار تھے، فرمایا: ''عبدالرحمن! کیا بات ہے؟''

انھوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔''

آپ نے فرمایا: ''مہر کیا دیا؟'' انھوں نے کہا: ''سونے کا نواۃ (جو ایک سکہ تھا)''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اچھا! ولیمہ ضرور کرنا اگرچہ ایک بکری ہی میسر ہو۔'' ❶

اس واقعہ سے اس پاکیزہ روحانیت کا اظہار ہوتا ہے جس کے مطابق انصار نے مہاجرین سے سلوک کیا اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخوت، اخلاص اور مضبوطی کے لحاظ سے نسبی اخوت سے بھی بڑھ کر تھی۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرین مال و زر سے بے نیاز رہے اور انھوں نے انصار کی فیاضی کو غنیمت نہیں جانا بلکہ مہاجرین نے انصار کے اس حسن سلوک کو نہ صرف یاد رکھا بلکہ ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔ انھیں یہ خوف دامن گیر رہا کہ کہیں انصار ہمارا سارا ثواب حاصل نہ کر لیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مہاجرین نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نے اپنے میزبانوں جیسے لوگ کبھی نہیں دیکھے۔ ان کے پاس زیادہ مال ہو تو بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ مال کم ہو تو بھی بہترین ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ہمیں کام کاج نہیں کرنے دیتے لیکن پیداوار میں شریک کر لیتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں سارا ثواب وہی نہ لے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں، جب تک تم ان کی تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لیے دعائیں کرتے رہو گے اللہ تعالیٰ تمھیں بھی پورا پورا اجر دے گا۔'' ❷

ہجرت کے بعد سب سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ: مدینہ منورہ آنے کے بعد مہاجرین کے ہاں سب سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ معروف صحابی سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تھے۔

---

❶ صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۳۷، صحیح مسلم، حدیث: ۱۴۲۷

❷ مسند احمد: ۲۰۴/۳

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: ''جب میں ہجرت کے لیے نکلی تو میں حاملہ تھی بلکہ مدت حمل قریب الاختتام تھی۔ میں مدینہ پہنچی اور قباء میں اتری تو میں نے عبداللہ بن زبیر کو جنا' میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور اسے آپ کی گود میں رکھا۔ آپ نے ایک کھجور منگوا کر اسے چبایا پھر اس کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا۔ اس طرح بچے کے منہ میں سب سے پہلے داخل ہونے والی چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تھا۔ پھر آپ نے اس کو کھجور کی گھٹی دی، پھر اس کے لیے برکت کی دعا کی۔ اور یہ (ہجرت کے بعد مہاجرین) مسلمانوں کے گھر میں سب سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ تھا۔'' ❶

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''(ہجرت کے بعد) مسلمانوں کے گھر میں سب سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ عبداللہ بن زبیر تھا۔ گھر والے اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور اپنے دہن مبارک میں ڈال کر نرم فرمائی، پھر وہ بچے کے منہ میں ڈال دی۔ اس طرح سب سے پہلے اس کے پیٹ میں آپ کا لعاب مبارک داخل ہوا۔ ❷

اذان کی ابتدا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان کے ساتھ مدینہ منورہ میں رہنے لگے، سب مہاجر بھائی پہنچ گئے' انصار میں بھی نظم قائم ہو گیا اور اسلام کی بنیاد مضبوط ہو گئی تو نماز کا نظام قائم کیا گیا، زکوٰۃ و روزہ فرض ہوئے' حدود قائم کی گئیں اور حلال و حرام کے مسائل نازل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو لوگ نماز کے اوقات میں بغیر کسی اعلان کے خود بخود اکٹھے ہو جایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی اطلاع کے سلسلے میں لوگوں سے مشورہ فرمایا۔ کسی نے بوق (سائرن) استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ تو یہودیوں کا شعار ہے۔'' کسی نے ناقوس (گھنٹی) بجانے کو کہا، فرمایا: ''یہ عیسائی استعمال کرتے ہیں۔'' لوگ اسی سوچ بچار میں تھے کہ بنو حارث بن خزرج کے ایک شخص سیدنا عبداللّٰہ بن زَید بن ثَعلَبَہ بن عَبْدِ رَبِّہٖ

❶ صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۰۹' صحیح مسلم، حدیث: ۲۱۴۶

❷ صحیح بخاری' حدیث: ۳۹۱۰
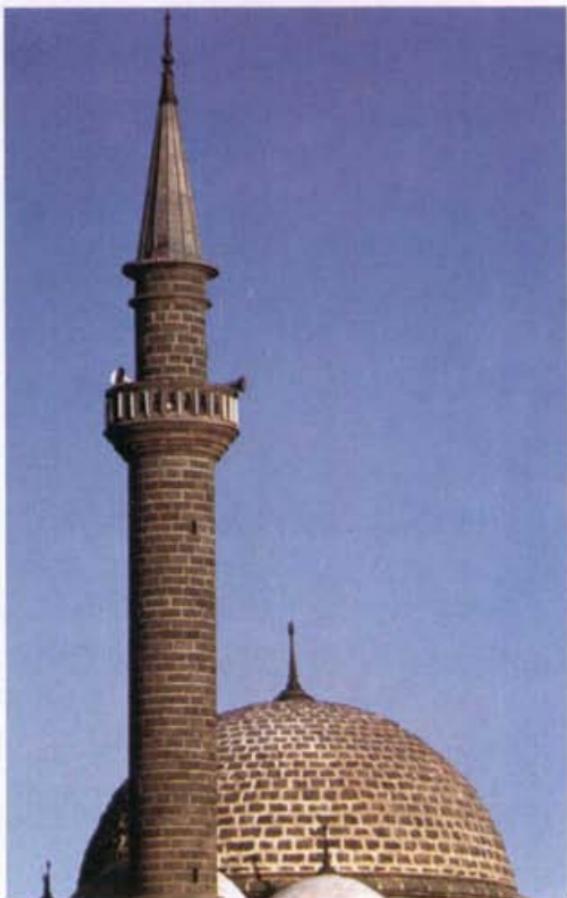
رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان کا طریقہ بتایا گیا۔ وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! آج رات خواب میں ایک آدمی میرے پاس سے گزرا۔ اس نے سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اس نے ہاتھ میں گھنٹی پکڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے کہا: اللہ کے بندے! تو یہ گھنٹی بیچے گا؟

وہ کہنے لگا: تو اس سے کیا کرے گا؟

میں نے کہا: ہم اس کے ساتھ نماز کے لیے اطلاع کیا کریں گے۔

وہ کہنے لگا: میں تجھے اس سے اچھی چیز نہ بتاؤں؟

میں نے کہا: بتاؤ۔

اس نے کہا: اس طرح کہا کرو:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ (چار دفعہ) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (دو دفعہ) اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (دو دفعہ) حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ (دو دفعہ) حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ (دو دفعہ) اَللّٰهُ اَكْبَرُ (دو دفعہ) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (ایک دفعہ)

جب انھوں نے یہ خواب بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ان شاء اللہ۔ تو بلال کے ساتھ کھڑا ہو جا، اس کو بتاتا جا، وہ ان کلمات کے ساتھ اذان کہے کیونکہ اس کی آواز تجھ سے بلند ہے۔''

جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ان کلمات کے ساتھ اذان کہی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے گھر میں اذان (کی آواز) سنی اور بھاگے بھاگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو سچا نبی بنایا! میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلْحَمْدُلِلّٰہ)) ❶

جامع ترمذی میں انھی سیدنا عبداللہ کے بیٹے کی اپنے والد محترم سے روایت منقول ہے:

''صبح ہوئی اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے اپنا خواب آپ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا: یہ سچا خواب ہے' تو بلال کے ساتھ کھڑا ہو جا اور اسے یہ کلمات بتاتا جا' وہ اذان کہے کیونکہ اس کی آواز تجھ سے بلند اور لمبی ہے۔

جونہی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سنی تو وہ اپنے کپڑے سنبھالتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور عرض پرداز ہوئے: اے اللہ کے رسول! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو سچا نبی بنایا! میں نے بھی خواب میں یہی کچھ دیکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے، خواب کا سچا ہونا یقینی ہو گیا۔'' ❷

*****

❶ البداية والنهاية: ٣/ ٢٣٠، ٢٣١ مطبوعه: دار الريان للتراث ١٤٠٨هـ ١٩٨٨ء

❷ جامع ترمذی، حدیث: ١٨٩

منافقین اور یہود کی کارستانیاں اور مسلمانوں کا طرزِ عمل

نفاق کی ابتدا: مسلمانوں کے مدینہ منورہ میں جمع ہو جانے کے بعد نفاق کی ابتدا ہوئی۔ نفاق سے مراد ہے: ''دل میں شرارت پوشیدہ رکھنا مگر زبان سے خیر خواہ بننا۔'' گویا دل میں کفر ہونے کے باوجود زبان سے اسلام کا اعلان کرنا۔

نفاق کا ظہور اس بات کی دلیل تھا کہ اب مسلمان اتنے مضبوط ہو چکے ہیں کہ مخالفین ڈرنے لگے ہیں اور ان کی شان و شوکت کا رعب پڑ چکا ہے' کیونکہ کمزور شخص کے سامنے تو منافقت کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ منافقین کے بارے میں بہت سی آیات نازل ہوئیں اور وہ سب کی سب مدنی ہیں کیونکہ مکہ میں تو نفاق کا امکان ہی نہیں تھا بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا وہاں بہت سے ایسے لوگ تھے جن کے دل میں اسلام جاگزیں تھا مگر وہ اسے ظاہر نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح مدینہ منورہ کے ابتدائی دور ہجرت میں بھی نفاق کا وجود نہیں تھا لیکن جب جنگ بدر کے نتیجہ میں اسلام کا رعب داب قائم ہوا تو نفاق کی ابتدا ہوئی اور کچھ ایسے لوگ بھی دین اسلام میں داخل ہوئے جن کے دل کفر کی آماجگاہ تھے۔ اسی لیے نفاق یا تو بعض مدنی لوگوں میں تھا یا اردگرد کے دیہاتیوں میں۔

باقی رہے مہاجرین تو ان میں کوئی نفاق نہیں تھا کیونکہ کوئی شخص ڈر کر تو ہجرت نہیں کرتا تھا بلکہ خوشی کے ساتھ اپنی آخرت کے حصول کے لیے لِوَجہِ اللہ گھر بار اور اولاد چھوڑ کر ہجرت کرتا تھا۔

منافقین اَوس و خزرَج کے قبائل میں بھی تھے اور یہودی قبائل میں بھی۔

عبداللہ بن اُبَی ابن سَلُول ان منافقین کا سردار تھا' اسی کے پاس یہ لوگ جمع ہوتے تھے۔

عبداللہ بن اُبی کی اِسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی کی وجہ یہ تھی کہ جنگ بُعاث کے بعد اس کو امید ہو چلی تھی کہ مجھے سرداری کا تاج پہنایا جائے گا اور یہ آپ کی ہجرت سے پہلے کی بات ہے۔ آپ کی تشریف آوری سے اس کی اُمیدیں خاک میں مل گئیں اور یہ عبداللہ بن ابی ہی تھا جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان طرازی کا ڈرامہ رچایا تھا۔ حتّٰی کہ بعض مخلص مسلمانوں کے ذہن بھی اس میں ملوث ہو گئے تھے۔ اسی کے بارے میں یہ آیت اتری:

﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾

''جس شخص نے اس بہتان کا بڑا حصہ اپنے سر لیا ہے اسے عذاب عظیم ہو گا۔'' [1]

---

[1] سورۃ النور:۱۱

مدینہ منورہ سے یہودیوں کی جلاوطنی

ویسے تو یہودی ابتدا ہی سے مسلمانوں کے خلاف تھے' مگر جنگ بدر میں عظیم الشان کامیابی کے بعد ان کی دشمنی میں بہت اضافہ ہو گیا اور وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ مثلاً' بنو نضیر کے سردار سلام بن مشکم نے کفار کے سردار ابوسفیان کو دو سو جنگجوؤں کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخلہ کے سلسلہ میں مدد دی۔ اس کی مہمانی کی اور مسلمانوں کی جاسوسی کے لیے اپنے آدمی بھی بھیجے۔ ابوسفیان نے اس کے ہاں ایک رات گزاری، پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے مسلمانوں کے ایک باغ پر حملہ کیا، وہاں دو انصاریوں کو شہید کیا اور دوسرے باغوں میں آگ لگا کر واپس بھاگ گیا۔

رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے ان کے تعاقب میں کچھ مسلمان بھیجے مگر ابوسفیان اور اس کے ساتھی اپنی جانیں بچا کر بھاگ نکلے۔ جلد بازی میں انہوں نے اپنی سواریوں پر لدے ہوئے بہت سے ستو راستہ میں ہی گرا دیئے جو مسلمانوں کو بطور غنیمت حاصل ہوئے۔ یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں ''غزوۂ سَوِیق'' کے نام سے مشہور ہے۔

سلام بن مشکم کی اس غداری کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی سزا دی نہ بنونضیر پر حملہ کیا۔ کیونکہ آپ یہودیوں کے ایک اور قبیلہ بنوقینقاع کی شرارتوں کے سدباب میں مصروف تھے۔

۱. بَنُو قَینُقَاع سے نجات: بنوقینقاع بہت دلیر اور مالدار یہودی تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے مناسب سمجھا کہ پہلے ان سے نپٹا جائے۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سب کو بازار میں اکٹھا کر کے دعوت اِسلام دی۔ لیکن انھوں نے بدتمیزی سے یہ جواب دیا:

''آپ کسی دھوکہ میں نہ رہیں، آپ کا مقابلہ ایسے لوگوں سے ہوا جو لڑنا نہیں جانتے تھے۔ (ان کا اشارہ جنگ بدر کے قریش کی طرف تھا) اس لیے آپ کو فتح حاصل ہوگئی۔ اللہ کی قسم! اگر کبھی ہم سے ٹکر ہوئی تو آپ کو پتہ چل جائے گا ہم کیا ہیں؟''

رسول اللہ ﷺ رنجیدہ ہو کر واپس آ گئے۔

اس کے تھوڑے دنوں بعد اتفاقاً ایک مسلمان عورت ان کے بازار میں گئی۔ انھوں نے شرارتاً اس کے کپڑے کا کنارہ کسی چیز سے باندھ دیا' وہ اٹھنے لگی تو ننگی ہوگئی۔ اس نے مسلمانوں کو مدد کے لیے پکارا۔ ایک مسلمان نے یہ دیکھا تو شرارت کرنے والے کو قتل کر دیا۔ یہودی اکٹھے ہو گئے اور اس مسلمان کو قتل کر دیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا جو پندرہ روز تک جاری رہا، آخر انھوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ وہ سات سو جنگجو تھے' آپ کا ارادہ تھا کہ انھیں قتل کر دیا جائے مگر ان کے حلیف عبداللہ بن ابی ابن سلول نے ان کے حق میں سفارش کی اور انھیں چھڑانے کے لیے منتیں کرنے لگا تو نبی کریم ﷺ نے انھیں مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔

وہ علاقہ شام کی ''اَذرِعات'' بستی میں چلے گئے۔ اس طرح مدینہ منورہ اس پہلے یہودی قبیلہ سے پاک ہوگیا۔ ❶

یہ محاصرہ غزوۂ بدر کے بعد 15 شوال 2ھ بروز ہفتہ سے شروع ہوکر ذوالقعدہ کا چاند نکلنے تک جاری رہا۔ ❷

۲. بَنُو نَضِیر: مسلمانوں اور یہودیوں میں معاہدہ ہو چکا تھا' اس میں صراحت تھی کہ اگر مسلمان یہودیوں سے دشمن کے خلاف مدد طلب کریں تو یہودی مدد کرنے کے پابند ہوں گے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کسی دیت میں تعاون کے سلسلہ میں بنونضیر کے ہاں تشریف لے گئے، جس کے وہ نبی ﷺ کے ساتھ معاہدے کی رو سے پابند تھے' انھوں نے منصوبہ بنایا کہ جس گھر کے سائے میں آپ تشریف فرما تھے اس کی چھت سے ایک بھاری پتھر آپ پر گرا کر آپ کو شہید کر دیں۔ آپ کو بذریعہ وحی خبر ہوگئی، آپ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو ان پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔

مسلمان ان کے علاقے میں پہنچے تو وہ اپنے قلعوں میں بند ہوگئے۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا اور ان کے کچھ باغات جلا دیے۔ عبداللہ بن ابی پھر ان کا سفارشی بن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور ان کی معافی کا مطالبہ کیا کیونکہ یہ بھی اس کے حلیف تھے۔ آپ نے انھیں نکلنے کی اجازت دے دی بشرطیکہ وہ اسلحہ یہیں چھوڑ جائیں اور ایک ایک اونٹ پر جو کچھ لاد سکیں لے جائیں۔ وہ جو کچھ لے جاسکتے تھے لے گئے اور شام کے علاقے میں چلے گئے۔ اس طرح مدینہ منورہ ایک اور یہودی قبیلہ سے نجات پا گیا۔

یہ ربیع الاول 4ھ کی بات ہے۔ ❸

۳. بَنُو قُرَیظہ: بنونضیر مدینہ سے جلاوطن ہوئے تو ان کا ایک وفد قریش کے پاس گیا اور انھیں

---

❶ التاریخ الشامل للمدینة المنورة، ص:١٦٥، ١٦٦ للدکتور عبد الباسط بدر

❷ الرحیق المختوم (اُردو) ص:٣٢٧، ٣٢٨

❸ الرحیق المختوم (اُردو) ص:٤٠٠ تا ٤٠٤

رسول اللہ ﷺ کے خلاف برسرپیکار ہونے پر برانگیختہ کیا، وہ مان گئے' پھر وہ قبیلہ غطفان کے پاس گئے، وہ بھی تیار ہو گئے۔ اس کے نتیجہ میں قریش اور غطفان تقریباً دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ کی طرف چلے۔

جب نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ بنو نضیر کا سردار حُیَیّ بن اَخطب، بنو قریظہ کے پاس گیا اور انھیں لڑائی پر ابھارا حتی کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا عہد توڑنے پر رضامند ہو گئے۔ کفار نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایسی تدبیر فرمائی کہ ان میں باہمی اختلاف پڑ گیا اور ان کی جمعیت ٹوٹ گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر آندھی بھیجی جس نے ان کو ڈگمگا دیا۔ وہ خود ٹک سکے نہ ان کا کوئی خیمہ برقرار رہا۔ آخر وہ سراسیمہ ہو کر راتوں رات بھاگ نکلے۔ (وَالْحَمْدُلِلّٰہ)

جب نبی کریم ﷺ غزوۂ خندق سے فارغ ہو گئے تو آپ نے بنو قریظہ پر چڑھائی کر دی اور پچیس دن تک ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ آخر کار وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ خود کرنے کی بجائے انہی کی تجویز پر ان کے حلیف سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے بالغ مرد قتل کر دیے جائیں اور عورتیں اور بچے غلام بنا لیے جائیں۔ فیصلے پر عمل ہوا۔ مرد قتل کر دیے گئے، ان کی عورتیں' بچے اور مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے۔ اس طرح مدینہ منورہ یہودیوں کے آخری قبیلہ سے بھی پاک صاف ہو گیا۔ یہ غزوہ' ذوالقعدہ 5ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ [1]

[1] الرحیق المختوم (اُردو) ص:۴۲۶ تا ۴۲۹

دورِ نبوی: نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو چودہ دن تک بنوعمرو بن عوف میں ٹھہرے' ابتدا میں جہاں نماز کا وقت ہوتا وہیں نماز پڑھ لیتے، پھر آپ نے مسجد بنانے کا فیصلہ فرمایا۔ آپ نے بنو نجار کے سرداروں کو بلا بھیجا اور فرمایا:

''مجھ سے اپنے اس احاطہ کا سودا کرلو۔''

وہ کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! ہم اس کی کوئی قیمت آپ سے نہیں لیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اجر لیں گے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس احاطہ میں کھجور کے درخت' مشرکین کی کچھ قبریں اور کھنڈرات تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے درخت کاٹ دیے گئے اور مشرکین کی قبریں اکھاڑ دی گئیں اور کھنڈرات ہموار کر دیے گئے۔ قبلہ کی دیوار میں کھجور کے درختوں کی لائن لگا دی گئی اور دائیں بائیں پتھروں کی دیواریں بنا دی گئیں۔ اس دوران میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر یہ شعر پڑھتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ لَاخَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَہْ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہْ))

''اے اللہ! آخرت کی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی اہم نہیں، انصار و مہاجرین کو معاف فرما''

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مسجد کی قبلہ والی دیوار منبر کے اس قدر قریب تھی کہ بکری بھی وہاں سے بمشکل گزر سکتی تھی۔''

مسجد والی جگہ دو یتیم بچوں کی تھی جو سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے زیرِ پرورش تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے، وہ اونٹنی مسجد والی جگہ

کے قریب بیٹھ گئی۔ یہ جگہ دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی تھی جو کہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں پرورش پا رہے تھے' اور وہ کھلیان کا کام دے رہی تھی۔ جب اونٹنی بیٹھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان شاء اللہ! یہ جگہ ہمارا ٹھکانہ ہوگی۔''

پھر آپ نے ان بچوں کو بلایا اور ان سے کھلیان کا سودا کیا تاکہ یہ جگہ مسجد بن سکے۔ وہ دونوں کہنے لگے: ''نہیں! ہم یہ جگہ آپ کو بطور عطیہ دیتے ہیں۔''

پھر آپ نے وہاں مسجد بنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اینٹیں اٹھاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے:

((هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرْ   هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرْ))

''یہ بوجھ خیبر (کی کھجوروں) کا بوجھ نہیں۔ اے ہمارے رب! یہ انتہائی پاکیزہ اور نیک کام ہے۔''

نیز آپ یہ بھی فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَهْ   فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ))

''اے اللہ! اصل اجرت آخرت کا ثواب ہے لہٰذا انصار و مہاجرین پر رحم فرما۔'' ❶

حضرت نافع فرماتے ہیں: مجھے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مسعود میں مسجد نبوی کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔ اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے تیار کی گئی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنے تھے۔'' ❷

پہلی توسیع: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس تشریف لائے تو مسجد نبوی میں پہلی دفعہ توسیع کی گئی، کیونکہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ چکی تھی۔ آپ نے چوڑائی میں چالیس ہاتھ اور لمبائی میں تیس ہاتھ اضافہ فرمایا۔ اس طرح مسجد مربع کی صورت اختیار کر گئی اس کا کل رقبہ 2500 مربع میٹر

---

❶ صحيح بخاري، حديث:٣٩٠٦

❷ صحيح بخاري، حديث:٤٤٦

ہو گیا۔ البتہ قبلہ کی طرف مسجد اپنی پہلی حد تک ہی رہی۔ اس کی بنیاد پتھروں کی تھی اور دیواریں کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھیں۔ ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے۔ چھت سات ہاتھ اونچی تھی اور یہ اضافے والی زمین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید کر وقف کی تھی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فتنۂ ارتداد کے دوران جنگوں میں مصروف رہے لہٰذا ان کو مسجد نبوی میں اضافہ کا موقع نہ مل سکا۔ البتہ کھجور کے تنوں سے بنائے ہوئے دور نبوی کے ستون کھوکھلے ہو گئے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو بدل دیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دور: خلیفۂ ثانی سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمان بہت زیادہ ہو گئے تو آپ سے گزارش کی گئی: اے امیر المؤمنین! مسجد میں توسیع ہونی چاہیے۔

وہ فرمانے لگے: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ ''ہم مسجد میں اضافہ کریں گے'' تو میں اس میں کبھی اضافہ نہ کرتا۔

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۷ھ میں مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر کا کام کیا اور انسانی قد تک بنیادیں پتھر سے بنائیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسجد نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مسعود میں کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔

مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اس کے ستون کھجور کی لکڑی سے تھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کچھ اضافہ نہ کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اضافہ تو کیا مگر اسے دور نبوی کے انداز ہی میں کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنایا البتہ ستون لکڑی کے بنا دیے۔'' [1]

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے توسیع و تعمیر کا کام کیا تو انھوں نے مسجد سے باہر ایک چبوترہ سا بنا دیا۔ اسے ''بُطَیحَاء'' کہا جاتا تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کی کسی توسیع میں یہ مسجد کے اندر ہی

[1] مسند احمد: ۲/ ۱۳۰، سنن ابی داود، حدیث: ۴۵۱

شامل کر دیا گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جو شوروغل کیے بغیر نہ رہ سکے یا اونچی آواز سے بات کرنا چاہے یا شعر پڑھنا چاہے وہ مسجد سے نکل کر یہاں آ بیٹھے۔''

گویا اس چبوترے کی تعمیر کا مقصد مسجد نبوی کو شوروغل سے بچانا تھا کیونکہ مسجد نبوی کے آداب میں یہ بات خصوصاً داخل ہے کہ اس میں آواز اونچی نہ کی جائے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دور: خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے 29ھ میں مسجد نبوی کی توسیع اور تعمیر نو کی اور اس میں قبلہ، شمال اور مغرب کی جہات میں اضافہ فرمایا۔ قبلہ کی طرف ایک برآمدے کا اضافہ فرمایا اور قبلہ کی دیوار اس جگہ بنائی جہاں وہ آج ہے۔ اب تک اس طرف کوئی اور اضافہ نہیں ہوا۔ مغرب کی طرف بھی انھوں نے ایک برآمدے کا اضافہ فرمایا۔ شمال کی طرف دس ہاتھ اضافہ فرمایا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ تعمیر منقوش پتھروں سے تھی اور چھت ساگوان کی خوشبودار لکڑی سے ڈالی گئی، البتہ مقصورہ کچی اینٹوں ہی سے بنایا گیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں مسجد نبوی کی تعمیر کے بارے میں **مُطَّلِب بن عَبْد اللّٰہ بن حنطب** فرماتے ہیں: 24ھ میں جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو لوگ ان سے مسجد نبوی میں اضافے کا مطالبہ کرنے لگے اور مسجد کی تنگی کی شکایت کرنے لگے کہ جمعہ کے دن لوگ گلیوں میں نماز پڑھتے ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اصحاب شوریٰ سے مشورہ کیا۔ سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مسجد کو گرا کر اس میں اضافہ کر دیا جائے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر منبر پر چڑھے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا:

''اے لوگو! میرا ارادہ ہے کہ میں مسجد نبوی کو گرا کر اس میں اضافہ کر دوں۔ اللہ کی قسم! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

((مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہُ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ))

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتے ہیں۔''

نیز اس مسئلہ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے لیے نمونہ اور مقتدا ہیں کہ انھوں نے مجھ سے پہلے مسجد نبوی میں اضافہ فرمایا اور تعمیر نو بھی فرمائی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل دانش صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ بھی کیا ہے وہ سب متفق ہیں کہ مسجد کو گرا کر نئے سرے سے بنایا جائے اور اس میں توسیع کی جائے۔"

سب لوگوں نے اس کام کی تعریف کی اور نیک دعائیں دیں۔ اگلے دن آپ نے کاریگر بلائے اور خود اس کام کی نگرانی فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، رات بھر نماز پڑھتے تھے اور مسجد سے باہر نہیں جاتے تھے۔ آپ کے حکم سے وادی نخل میں تعمیر میں استعمال کے لئے صاف شدہ چونا تیار کیا جاتا تھا۔ اس نیک کام کی ابتدا ربیع الاول 29 ھ میں ہوئی اور تکمیل 30 ھ کے محرم الحرام کے آغاز میں ہوئی، یوں اس کام میں دس ماہ لگے۔ ❶

ولید بن عبدالملک کا دور: ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے۔ خلیفہ نے ان کو مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کا حکم دیا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے 88 ھ میں تعمیر شروع کی اور ۹۱ ھ میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ مغرب کی جانب بیس ہاتھ اور مشرق کی جانب تقریباً تیس ہاتھ کا اضافہ کیا گیا۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجرے بھی مسجد میں شامل کر دیے گئے۔ شمالی جانب بھی اضافہ کیا گیا۔ تعمیر جدید، منقوش پتھر سے کی گئی۔ ستون کھوکھلے پتھر سے بنائے گئے اور درمیان میں لوہا اور سیسہ ڈالا گیا۔ دو چھتیں ڈالی گئیں، ایک اوپر دوسری اس سے کچھ نیچے۔ نچلی چھت ساگوان کی لکڑی سے تیار کی گئی۔ مسجد نبوی میں مینار سب سے پہلی مرتبہ ولید کی اس توسیع ہی میں بنائے گئے۔ ابن زبالہ وغیرہ کی روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر کی تو چار مینار بھی بنائے، ہر کونے میں ایک مینار۔ ❷

---

❶ وفاء الوفاء: ۲/ ۵۰۲

❷ وفاء الوفاء: ۲/ ۵۱۳ ـ ۵۲۶
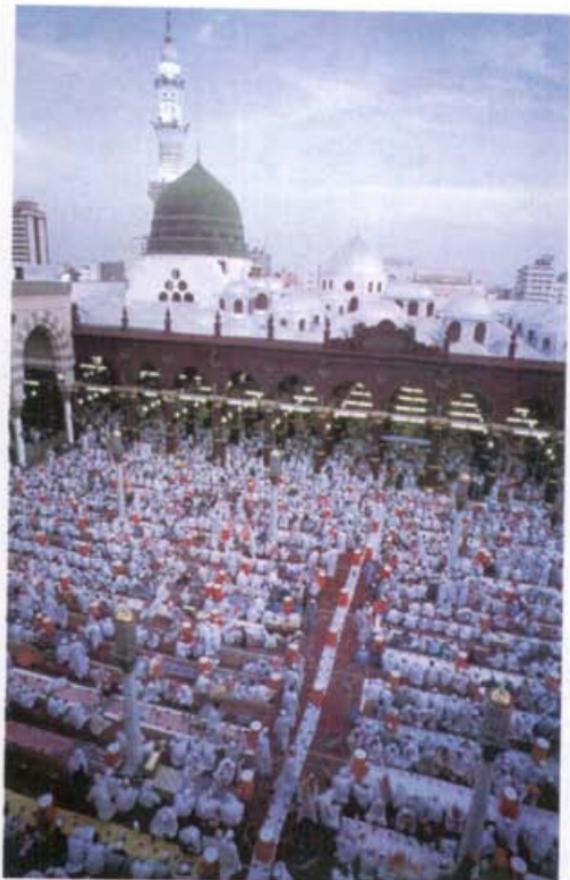
محراب بھی اسی توسیع میں بنایا گیا۔ مسجد کی دیواروں پر اندرونی جانب سنگ مرمر، سونا اور رنگدار اینٹیں لگائی گئیں۔ اسی طرح ستونوں کے بالائی حصوں اور دروازوں کی چوکھٹوں اور چھت پر سونے سے ملمع کاری کی گئی۔ نیز مسجد کے بیس دروازے بنائے گئے۔

مہدی عباسی کا دور (161 تا 165ھ): 161ھ میں مہدی حج کرنے گیا۔ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ گیا اور جعفر بن سلیمان کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا۔ نیز اسے مسجد نبوی کی توسیع کا حکم دیا اور اس کام میں اس کے ساتھ عبداللہ بن عاصم بن عمر بن عبدالعزیز اور عبدالملک بن شبیب غسانی کو بھی مقرر کیا۔ اس دفعہ شمالی جانب اضافہ کیا گیا۔ مہدی نے مسجد نبوی کے اردگرد کے کچھ گھر خرید لیے۔ ان میں سے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا گھر، جسے دار مُلَیکہ کہا جاتا تھا، شُرَحبِیل بن حَسَنَہ رضی اللہ عنہ کا گھر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا گھر جسے دار القراء کہا جاتا تھا، مسجد کے احاطہ میں شامل کر دیے گئے۔ [1]

قایتبائی کا دور (886 تا 888ھ): 656ھ میں عباسی خلافت کے خاتمہ کے بعد مدینہ منورہ کی

---

[1] الدرة الثمينة، ابن النجار، ص:۱۷۸، ۱۷۹
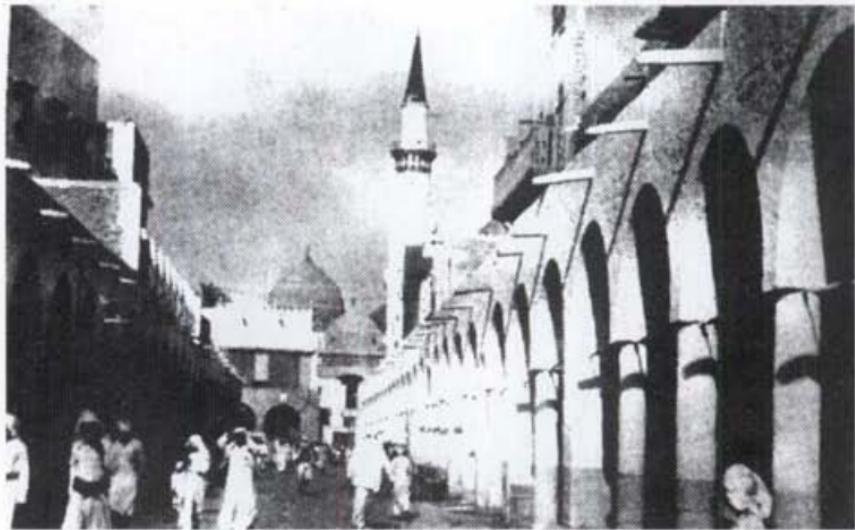
حکومت مصر کے بادشاہوں کے ہاتھ آ گئی اور یہ بادشاہ مسجد نبوی کی تعمیر میں خصوصی دلچسپی لیتے رہے۔

ان میں سب سے زیادہ توجہ سلطان اشرف قایتبائی نے دی۔ جب 886ھ (1481ء) میں رمضان المبارک کی تیرھویں رات مسجد نبوی کو آگ لگ گئی تو سلطان قایتبائی نے مسجد کی عمومی تعمیر شروع کر دی۔ اس کی تکمیل 888ھ رمضان المبارک کے آخر میں ہوئی۔ اس نے مقصورہ والی مشرقی جانب میں سوا دو ہاتھ کا اضافہ کیا نیز مسجد کی چھت ایک کر دی۔ چھت کی بلندی بائیس ہاتھ تھی۔ ❶

سلطان عبدالمجید کا دور (1265ھ تا 1277ھ): ملوک مصر کے بعد عثمانی خلفاء نے 923ھ (1517ء) میں مسجد نبوی کا انتظام سنبھالا۔ تین صد ستتر سال (377) تک مسجد نبوی کی قایتبائی والی عمارت ہی قائم رہی۔ اس کے بعد اس کے بعض حصوں میں ٹوٹ پھوٹ شروع ہو گئی تو اس وقت کے امام حرم داود پاشا نے سلطان عبدالمجید اوّل کو لکھا کہ مسجد نبوی کی تعمیر نو کی ضرورت ہے۔ سلطان عبدالمجید نے فوراً اپنا ایک قابل اعتماد نمائندہ ایک ماہر انجینئر کے ساتھ بھیجا۔ یہ 1265ھ کی بات ہے۔ انھوں نے مدینہ والوں سے مل کر اچھی طرح تحقیق کی اور واپس جا کر سلطان

❶ تاریخ المسجد النبوی الشریف، ص: ۵۱، ۵۲

عبدالمجید کو رپورٹ دی کہ واقعتاً مسجد نبوی کی تعمیر نو کی ضرورت ہے۔ اب سلطان نے کمر ہمت باندھ لی اور حلیم آفندی کو تعمیر کی ذمہ داری سپرد کر کے مدینہ منورہ بھیج دیا اور اس کے ساتھ ضروری سازوسامان، رقم، ماہرینِ فن، سنگ تراش اور دوسرے کاریگر بھی بھیجے۔

جب یہ سب چیزیں مدینہ منورہ میں پہنچ گئیں تو ماہرین پہاڑوں میں بکھر گئے حتیٰ کہ انھیں بہترین معدنی پہاڑ مل گیا جو عقیق کی طرح سرخ رنگ کا تھا۔ انھوں نے پتھروں کے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹے اور جائے تعمیر پر لے آئے۔ عثمانیوں نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی۔ وہ اس کا ایک حصہ منہدم کرتے اور اسے بنا ڈالتے تاکہ لوگوں کو مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے رکاوٹ نہ ہو۔

مقصورہ، منبر شریف، مغربی دیوار، محراب نبوی، محراب سلیمانی، محراب عثمانی اور بڑے مینار کے سوا ساری مسجد دوبارہ تعمیر کی گئی۔ کیونکہ یہ چیزیں بہت خوبصورت اور مضبوط حالت میں تھیں، اس لیے انھوں نے ان کو ان کی حالت پر باقی رکھا۔ کاریگروں نے اس تعمیر میں بے مثال جدت اور خوبصورتی کا مظاہرہ کیا۔ عمارت کی تکمیل کے بعد انھوں نے مسجد کے تمام فرش پر اور قبلہ والی دیوار کے نصف تک سنگ مرمر لگایا۔ ستونوں کو خوب چمکدار بنایا اور انھیں ایسی پالش کی جو پتھر کے رنگ سے ملتی تھی اور چھت کے تمام گنبدوں میں نقش و نگار بنائے۔ روضۂ اطہر کے
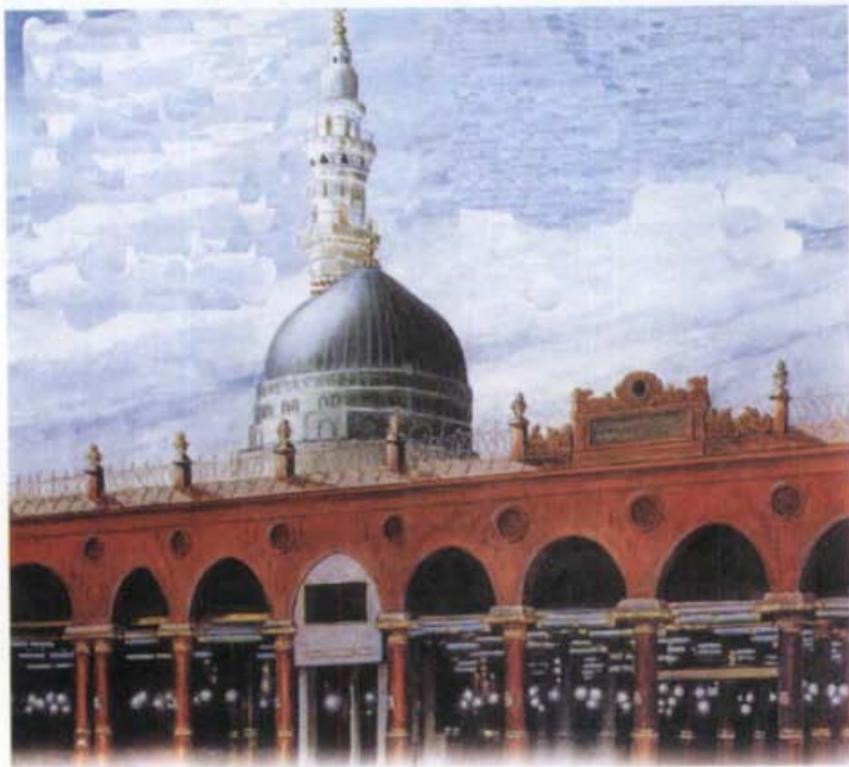
ستونوں پر سفید اور سرخ سنگ مرمر لگایا تا کہ وہ دوسرے ستونوں سے ممتاز نظر آئیں۔ اس کام میں تین سال لگے۔

اس عمارت میں ایک نیا دروازہ "بَاب مَجِیدِی" کے نام سے بنایا گیا جو دراصل مسجد کے اندر تھا۔ اب سعودی توسیع میں اس کے مقابل جگہ میں اسی نام سے ایک دروازہ بنا دیا گیا ہے۔ مسجد کی زمین کا آخری حصہ ابتدائی حصے سے اونچا تھا لیکن "عمارت مجیدی" میں اس سب کو برابر کر دیا گیا۔ میناروں کی بنیادیں پانی تک کھودی گئیں اور ان کی بنیاد سیاہ پتھروں سے بنائی گئی۔ یہ عمارت 1277ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اب بھی اس عمارت کا جو حصہ باقی ہے وہ اپنی مخصوص شکل اور طرز تعمیر کے باعث ممتاز نظر آتا ہے۔ جب سعودی توسیع مکمل ہوئی تو اس عمارت مجیدیہ کا جنوبی حصہ، جو کہ چھت دار تھا، اپنی مضبوطی اور خوبصورتی میں ممتاز ہونے کی بنا پر اسی طرح باقی رکھا گیا۔ اس کی پیمائش 4056 مربع میٹر تھی۔

مسجدِ نبوی، عہدِ سعودی میں

پہلی سعودی توسیع وتعمیر: جب سے سعودی حکومت قائم ہوئی ہے اس نے حرمین شریفین کے انتظامات کے سلسلہ میں بہت زیادہ توجہ دی ہے۔اس کی سب سے بڑی دلیل وہ توسیعات ہیں جو سعودی دور میں حرم مکی یا مسجد نبوی میں سرانجام دی گئیں۔

رمضان المبارک 1368ھ (1951ء) میں جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود نے ایک بیان نشر فرمایا جس میں انھوں نے مسجد نبوی میں توسیع کا عزم ظاہر کیا۔اسی سال (1951ء میں) ابتدائی کام سرانجام دیے گئے۔ مثلاً: مسجد کے شمال، مشرق اور مغرب میں اردگرد کے علاقے خرید کر ان کی عمارتیں
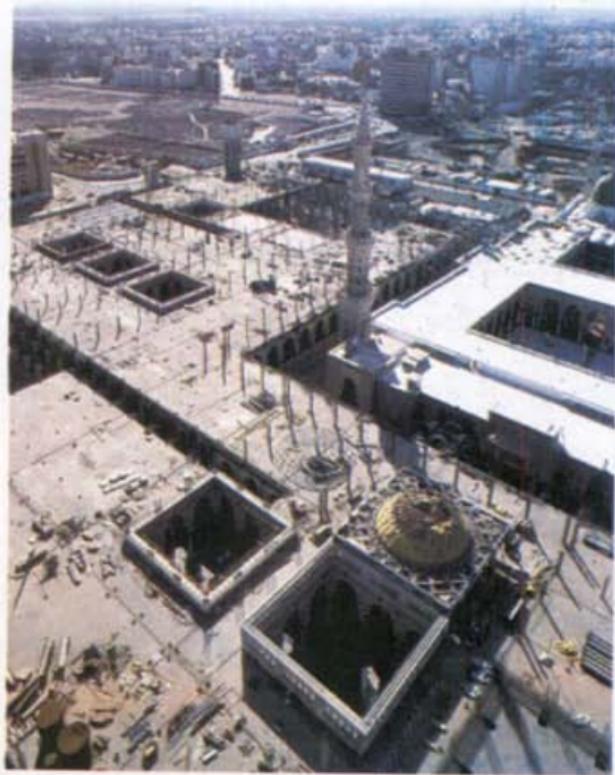
گرائی گئیں اور انھیں ہموار میدان بنا دیا گیا تا کہ مسجد اور اردگرد کی سڑکوں کی توسیع ہو سکے۔ اسی طرح مجیدی عمارت کے شمالی جانب کے برآمدے گرا دیے گئے۔ ان کا رقبہ 6246 مربع میٹر تھا۔ ان کے ساتھ 6024 مربع میٹر مزید جگہ شامل کر کے نئی تعمیر و توسیع کے لیے 12270 مربع میٹر جگہ مہیا ہو گئی۔ عمارت مجیدیہ میں سے چھت دار جنوبی حصہ اسی طرح رہنے دیا گیا۔ اس کی پیمائش 4056 مربع میٹر تھی۔ اس طرح مسجد کی کل پیمائش 16326 مربع میٹر بن گئی۔

نومبر 1952ء میں تعمیر کا آغاز ہوا۔ اور یہ تعمیر شاہ عبدالعزیز کی وفات کے بعد شاہ سعود کے دور میں بھی جاری رہی۔ یہ توسیع، جس پر 5 کروڑ ریال خرچ ہوئے، اکتوبر 1955ء میں مکمل ہوئی۔ جلالۃ الملک سعود بن عبدالعزیز آل سعود نے 5 ربیع الاوّل 1375ھ (اکتوبر 1955ء) کو اس توسیع شدہ عمارت کا افتتاح کیا۔

اس عمارت کی خصوصیات: پہلی سعودی تعمیر مستطیل تھی جس کی لمبائی 128 میٹر اور چوڑائی 91 میٹر تھی اور یہ عمارت چھت دار مجیدی عمارت کے شمالی جانب صحن میں بنائی گئی۔ اس صحن کا مکمل فرش ٹھنڈے سنگ مرمر سے لگایا گیا۔ صحن کی مشرقی اور مغربی دونوں جانبوں میں تین برآمدے بنائے گئے۔ صحن کے درمیان میں مشرق سے مغرب تک ایک لمبا سلسلہ بنایا گیا جس میں تین برآمدے

تھے۔اس سلسلے کی مشرقی جانب میں باب الملک عبدالعزیز کھلتا تھا اور اس کی مغربی جانب باب الملک سعود تھا۔ان میں ہر دروازہ تین چھوٹے دروازوں سے مل کر بنتا تھا جو ایک دوسرے کے ساتھ متصل تھے۔

اس صحن کے شمالی جانب بھی ایک سلسلہ تھا جس میں پانچ برآمدے تھے۔ان میں سے ہر برآمدے کی چوڑائی 6 میٹر تھی۔شمالی دیوار میں تین دروازے بنائے گئے تھے۔کنکریٹ سے بنائی گئی یہ سعودی عمارت اس لحاظ سے بھی ممتاز تھی کہ اس کا مضبوط اور بلند وبالا ڈھانچہ 232 ستونوں پر کھڑا کیا گیا تھا۔ستونوں اور دیواروں کی بنیادوں کی گہرائی ساڑھے سات میٹر تھی۔

پہلے مسجد میں پانچ مینار تھے جن میں سے تین گرا دیے گئے اور مشرقی و مغربی کونوں میں دو اور مینار بنا دیے گئے۔ان میں سے ہر مینار کی بلندی 72 میٹر رکھی گئی۔اس طرح مسجد نبوی کے چاروں کونوں میں چار مینار بن گئے۔ [1]

شاہ فیصل کے تعمیر کردہ شیڈ: امن وامان کی فراوانی اور آمد ورفت ورہائش کی وافر سہولتوں کی بنا پر حجاج اور زائرین کی تعداد بڑھتی گئی اور مذکورہ سعودی توسیع کے باوجود مسجد نبوی تنگ محسوس ہونے لگی۔اس لیے شاہ فیصل رحمہ اللہ نے مسجد کی مغربی جانب نماز کے لیے مزید جگہ مہیا کرنے کا فرمان جاری کیا۔

لہٰذا اس طرف کی عمارتیں گرادی گئیں اور ان کے مالکوں کو 5 کروڑ ریال سے زائد معاوضہ دیا گیا اور وہاں شیڈ تعمیر کیے گئے۔جن کا رقبہ 35,000 مربع میٹر تھا۔ان شیڈوں کی تعمیر کا کام 1393ھ (1973ء) میں شروع ہوا۔یہ شیڈ سعودی حکومت کی دوسری توسیع میں ختم کر دیے گئے۔

دوسری سعودی توسیع (1405ھ تا 1414ھ بمطابق 1984ء تا 1994ء):

یہ توسیع خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ کے ہاتھوں سرانجام پائی اور

---

[1] تاریخ المسجد النبوی الشریف' محمد الیاس عبد الغنی، ص:٦٥ - ٦٨

مسجد نبوی کی پوری تاریخ میں یہ سب سے بڑی توسیع شمار کی گئی ہے۔اس توسیع کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس توسیع کے بعد نمازیوں کی گنجائش پہلی سعودی توسیع سمیت مکمل مسجد نبوی کی گنجائش کے مقابلہ میں نوگنا ہے۔علاوہ ازیں اس توسیع کی دیدہ زیب عمارت دلوں کو موہ لیتی ہے اور عقلوں کو حیرت زدہ کردیتی ہے۔اس توسیع کا مقصد یہ تھا کہ یہ نمازیوں اور زائرین کی زیادہ سے زیادہ ممکن تعداد کو سما سکے خصوصاً رمضان المبارک اور حج کے دنوں میں کوئی تنگی نہ ہو نیز مسجد میں موجود زائرین کو ہر سہولت اور آرام حاصل ہو اور یہ تعمیر آئندہ کئی صدیوں تک ان عظیم مقاصد کے لیے کافی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ توسیع صرف شاہ فہد کے لیے نہیں بلکہ ہر اس مسلمان کے لیے فخر کا سبب ہے جو مسجد نبوی کو اس شاندار حالت' آرام دہ وسعت اور ہر ممکن سہولتوں کی حامل دیکھنا چاہتا ہے۔شاہ فہد بن عبدالعزیز نے اس توسیع کا سنگ بنیاد جمعۃ المبارک کے روز 9 صفر 1405ھ (2 نومبر 1984ء) کو رکھا تھا۔

ابتدائی کام محرم الحرام 1406ھ (1985ء) میں شروع ہوا جب کہ اس کی تکمیل 1414ھ (1994ء) میں ہوئی۔

اس توسیع کی خصوصیات: اس توسیع سے مراد وہ عظیم الشان عمارت ہے جس نے پہلی سعودی توسیع کو تین اطراف سے گھیر رکھا ہے۔ مسجد کا اگلا حصہ اپنی پرانی حالت ہی پر باقی ہے۔ تا کہ مجیدی عمارت قائم رہے اور وہ حصہ صاف الگ نظر آتا رہے۔ اس نئی توسیع کے برآمدے، ستون، چھتیں اور نقش ونگار پہلی سعودی توسیع کے عین مطابق ہیں لہٰذا اب یہ دونوں عمارتیں ایک عمارت ہی بن چکی ہیں۔ بیرونی دیواروں پر گرینیٹ (ایک عمارتی پتھر) لگایا گیا ہے۔ اس توسیع میں چھ نئے مینار بنائے گئے ہیں۔

یہ عمارت تہ خانہ، زمینی منزل اور چھت پر مشتمل ہے۔ زمینی منزل ہی اصل عمارت ہے جس کی پیمائش 82,000 مربع میٹر ہے۔ اس عمارت کے پورے فرش پر سنگ مرمر لگایا گیا ہے۔ اس منزل کی بلندی 12,55 میٹر ہے اور اس منزل میں 2104 ستون ہیں۔ یہ ستون ایک دوسرے سے 6،6 میٹر دور ہیں تا کہ 6x6 میٹر کے دالان بن سکیں اور جس جگہ چھت گنبد کی صورت میں ہے وہاں ستونوں کا درمیانی فاصلہ 18 میٹر ہے۔ تا کہ 18x18 میٹر کے دالان بن سکیں۔

نئی توسیع میں اس قسم کے ستائیس دالان ہیں اور ان کی چھت متحرک گنبدوں کی صورت میں
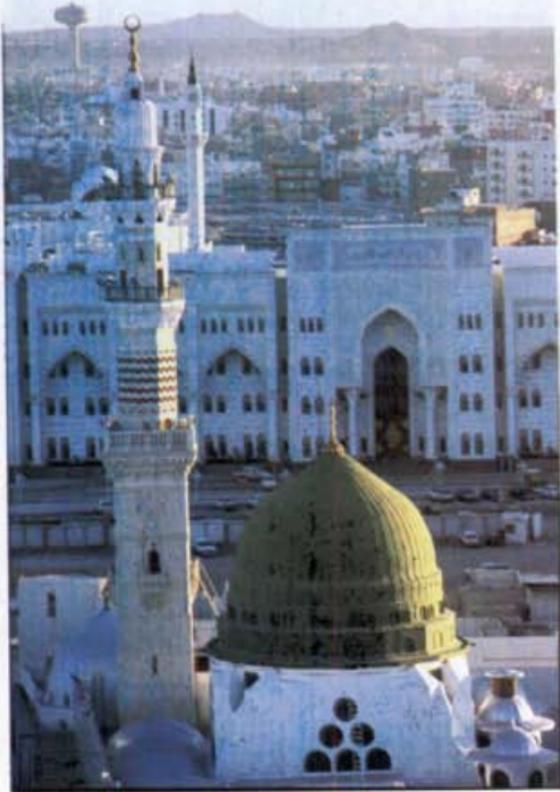
ہے تاکہ گنبد ہٹانے سے طبعی روشنی اور ہوا حاصل ہو سکے بشرطیکہ موسم اس کی اجازت دے۔ ❶ گنبد کا اندرونی نصف قطر 7,35 میٹر ہے اور ایک گنبد کا مجموعی وزن 80 ٹن ہے۔گنبد کی اندرونی سطح لکڑی سے بنائی گئی ہے جس پر ہاتھ سے کھود کر مختلف ڈیزائن بنائے گئے ہیں۔ بعض مقامات پر خالص سونے کی باریک پتری بھی لگائی گئی ہے البتہ گنبد کی بیرونی سطح گرینیٹ کے طور پر جرمن سرامکس سے بنائی گئی ہے۔ یہ گنبد بجلی کی قوت سے حرکت کرتے ہیں۔

چھت کے اوپر بھی نماز کی ادائیگی کے لیے وسیع صحن بنائے گئے ہیں جن کی پیمائش 58,250 مربع میٹر ہے۔ ویسے مکمل چھت کی پیمائش 67,000 مربع میٹر ہے۔ قابل استعمال چھت پر سفید یونانی سنگ مرمر لگایا گیا ہے جو کہ خصوصی طور پر دھوپ والی جگہوں کے لیے مہیا کیا گیا ہے۔ چھت پر تقریباً 90,000 افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ چھت کے اوپر 11000 مربع میٹر جگہ پر برآمدے بھی بنائے گئے ہیں جن کی بلندی 5 میٹر ہے۔ چھت کو اس طرح تعمیر کیا گیا ہے کہ بوقت ضرورت اس پر دوسری منزل بھی تعمیر کی جا سکتی ہے۔

❶ تاريخ المسجد النبوي الشريف، محمد الياس عبد الغني، ص:٧٣، ٧٥

مسجد کے صحن: مسجد نبوی کے جنوبی' شمالی اور مغربی اطراف میں وسیع صحن تعمیر کیے گئے ہیں۔ جن کی پیمائش 235,000 مربع میٹر ہے۔ ان کے کچھ حصہ پر سفید ٹھنڈا سنگ مرمر لگایا گیا ہے جو گرم نہیں ہوتا اور باقی حصے پر گرینیٹ کا فرش لگایا گیا ہے۔ ان صحنوں میں روشنی کے لیے' مصنوعی پتھر اور گرینیٹ والے 151 ستون ہیں جن پر بڑے بڑے گلوب لگائے گئے ہیں۔ ان صحنوں کے اردگرد مضبوط دیوار بنائی گئی ہے۔ ان صحنوں میں 430,000 افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ان صحنوں میں کئی مقامات پر سیڑھیاں بنائی گئی ہیں جو صحن کے نیچے بنے ہوئے غسل خانوں' وضو کے مقامات اور زائرین کے لیے آرام گاہوں کی طرف جاتی ہیں۔ اسی طرح صحنوں کے نیچے وسیع بس سٹینڈ بھی بنائے گئے ہیں۔ گویا صحنوں کے نیچے دو منزلیں ہیں۔

یہ توسیع بے مثال ہے: یہ دوسری سعودی توسیع مسجد نبوی کی تاریخ کی سب سے بڑی توسیع ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ اب مسجد نبوی میں نمازیوں کی گنجائش پہلی سعودی توسیع تک کی مسجد سے نو گنا زیادہ ہو چکی ہے۔ پہلی سعودی توسیع کے بعد مسجد میں 28,000 نمازیوں کی گنجائش تھی لیکن دوسری توسیع کے بعد نمازیوں کی گنجائش 268,000 ہو چکی ہے۔ ان میں چھت کے 90,000 نمازی بھی شامل ہیں۔ اگر ہم صحنوں کو بھی شامل کرلیں کہ جن میں 430,000 افراد نماز پڑھ سکتے ہیں تو نمازیوں کی مجموعی تعداد 698,000 سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

مسجد کے اندر منبر و محراب

رسول اللہ ﷺ کی مسجد کی چھت کھجور کے تنوں پر تھی یعنی کھجور کے تنوں سے ستونوں کا کام لیا گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کھجور کے ایک تنے کے سہارے کھڑے ہو جاتے۔ کبھی کبھی خطبہ لمبا ہو جاتا تھا اس لیے ایک انصاری عورت نے آپ کی سہولت کے لئے گزارش کی: ''اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے لیے ایک منبر نہ بنا دیں؟''

رسول اللہ ﷺ نے اس تجویز سے اتفاق فرمایا، تو آپ کے لیے جھاؤ کے درخت سے تین سیڑھیوں والا منبر تیار کیا گیا۔ جب جمعۃ المبارک کا دن آیا تو آپ تنے کی بجائے منبر کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ تنا غمِ فراق سے رونے لگا۔

> صحیح بخاری میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن (خطبہ کے وقت) ایک درخت یا کھجور کے تنے کے پاس کھڑے ہوتے تھے۔ ایک انصاری عورت یا مرد نے پیش کش کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے لیے ایک منبر نہ بنا دیں؟
>
> آپ نے فرمایا: ''جیسے تمہاری مرضی''
>
> تو انصار نے آپ کے لیے ایک منبر بنا دیا۔ جب جمعہ کا دن ہوا اور آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو وہ تنا بچے کی طرح چیخ چیخ کر رونے لگا۔ نبی کریم ﷺ منبر سے اترے اور اس تنے کو آغوش میں لیا تو وہ اس بچے کی طرح ہچکیاں لینے لگا جسے چپ کرایا جا رہا ہو۔ تنے کا رونا' ذکر اللہ سے محرومی کی بنا پر تھا جسے وہ پہلے قریب سے سنا کرتا تھا۔ (1)

---

(1) صحیح بخاری، حدیث: ۳۵۸٤

اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ وہ لکڑی کا تنا ایک مصیبت زدہ شخص کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

سنن دارمی میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ وہ تنا' بیل کی طرح ڈکارنے لگا۔

مسند احمد' سنن دارمی اور سنن ابن ماجہ میں سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تنے کے پاس سے گزر کر منبر کی طرف چلے تو تنا اس زور سے رویا کہ وہ پھٹ گیا اور دو حصے ہو گیا۔'' ❶

غرض تنے کے رونے کا واقعہ انتہائی مشہور ہے اور اس کی احادیث متواتر ہیں۔ صحیح روایت کی پابندی کرنے والے تمام محدثین نے اسے اپنی صحاح میں بیان کیا ہے۔ نیز اس واقعہ کو دس سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا ہے۔ ❷

❶ فتح الباری شرح صحیح البخاری، حدیث:۳۵۸۵

❷ وفاء الوفاء:۳۸۸/۲ ـ ۳۹۰

منبر کی تاریخ

منبر 8ھ میں بنایا گیا، اس کی تین سیڑھیاں تھیں۔ نبی کریم ﷺ تیسری سیڑھی پر تشریف فرما ہوتے تھے اور اپنے پاؤں مبارک دوسری سیڑھی پر رکھتے تھے۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ از راہ ادب دوسری سیڑھی پر بیٹھتے تھے اور پاؤں پہلی سیڑھی پر رکھتے تھے۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو تقریر کے وقت پہلی سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے مگر بیٹھتے وقت پاؤں نیچے زمین پر رکھ لیتے تھے اور جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو چھ سال تک تو وہ اسی پر عمل پیرا رہے۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ ہی کی جگہ پر بیٹھنے لگے۔ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حج کو آئے تو انھوں نے منبر کی سیڑھیوں میں اضافہ کر دیا۔ لیکن اصل منبر نبوی کو اضافہ کے اوپر ہی رکھا گیا اس طرح بیٹھنے والی جگہ سمیت منبر کی نو سیڑھیاں بن گئیں۔

خلفاء ساتویں سیڑھی پر بیٹھتے تھے جو کہ اصل منبر نبوی کی پہلی سیڑھی تھی (جہاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیٹھتے تھے) پھر منبر اسی حالت میں رہا حتی کہ 654ھ (1256ء) میں مسجد نبوی میں آگ لگ گئی اور منبر جل گیا تو اس کی جگہ یمن کے
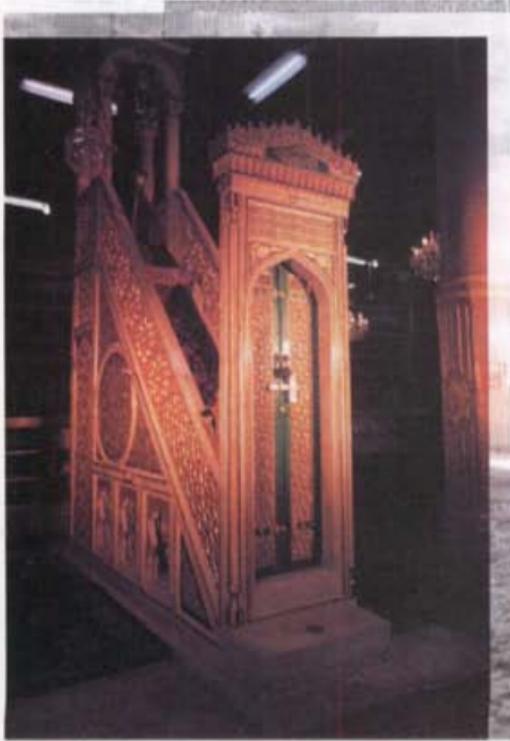
بادشاہ ملک مظفر کا بنا ہوا منبر رکھا گیا۔ منبر کی تبدیلی کئی دفعہ ہوئی۔ آخری منبر سلطان مراد ثالث عثمانی نے 998ھ میں بطور تحفہ بھیجا جو انتہائی خوبصورت اور کاریگری کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ منبر اب بھی مسجد نبوی میں موجود ہے۔ ❶

منبر کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے فرمودات: منبر کے بارے میں آپ کے فرمودات اس کے بلند مرتبہ کو واضح کرتے ہیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِيْ عَلٰى حَوْضِيْ))

''میرے گھر اور منبر کا درمیانی ٹکڑا جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر میرے حوض (کوثر) پر ہوگا۔'' ❷

''جنت کا باغیچہ ہونے'' سے مراد یہ ہے کہ نزول رحمت اور حصول سعادت کے لحاظ سے وہ جنت کے باغیچے کی طرح ہے کیونکہ وہاں ہر وقت اللہ کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس جگہ میں عبادت جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ ظاہری مطلب بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقتاً جنت کا حصہ ہوگا یعنی قیامت کے بعد یہ حصہ جنت میں منتقل کیا جائے گا۔ علماء نے یہ سب مطالب بیان کیے ہیں۔ ❸

منبر کے عظیم المرتبت ہونے پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اس کے پاس کھڑا ہو کر جھوٹ بولے گا اسے سخت ترین عذاب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے منبر کے پاس قسم اٹھانے کو جائز رکھا ہے مگر اس مقدس جگہ میں جھوٹ بولنے پر سخت ترین عذاب کی وعید

---

❶ تاریخ المسجد النبوی الشریف، محمد الیاس عبد الغنی، ص:۱۱۹، ۱۲۰

❷ صحیح بخاری، حدیث:۱۸۸۸ صحیح مسلم، حدیث:۱۳۹۱

❸ فتح الباری شرح حدیث: ۱۸۸۸

سنائی ہے۔ سنن ابی داود میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے کہ ”جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے گا' خواہ وہ قسم ایک تازہ مسواک ہی کے بارے میں ہو' وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ میں بنائے گا' یا (فرمایا کہ) اس کے لیے جہنم میں جانا لازم ہو جائے گا۔“ ❶

امام ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس کو صحیح کہا ہے۔

امام نسائی نے سیدنا ابوامامہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ”جس شخص نے میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم اٹھا کر کسی مسلمان بھائی کا مال حاصل کیا اس پر اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور سب انسانوں کی طرف سے لعنت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کا کوئی نفل قبول فرمائیں گے نہ فرض۔“ ❷

---

❶ سنن ابی داود، حدیث:۳۲٤٦

❷ سنن کبریٰ، نسائی:۳/٤۹۲، حدیث:٦۰۱۹

نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد کافی عرصہ تک بیت المقدس کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھتے رہے، جب یہ آیت اتری:

﴿ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾

"اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجیے۔" [1]

تو آپ کعبہ کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھنے لگے۔ تیرہ چودہ دن تو اُسطوانہ عائشہ کو سترہ بنا کر نماز پڑھتے رہے پھر آگے اپنے مصلّٰی میں پڑھنے لگے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں یہاں کوئی گہرائی والا محراب نہیں تھا۔ آپ کے مصلّٰی کی جگہ پر سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے 91ھ میں محراب تعمیر کیا۔ جسے "محراب نبوی" کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ یہاں کھڑے ہوکر یا اس سے قریب جماعت کروایا کرتے تھے۔ یہاں کھجور کا ایک تنا بھی تھا جو سترے کا کام دیتا تھا۔ اس تنے کی جگہ ایک ستون بنا دیا گیا ہے جو محراب سے بالکل متصل ہے اور اس پر "اَلْاُسْطُوَانَةُ الْمُخَلَّقَة" کے الفاظ تحریر ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس

[1] سورة البقرة:١٤٤
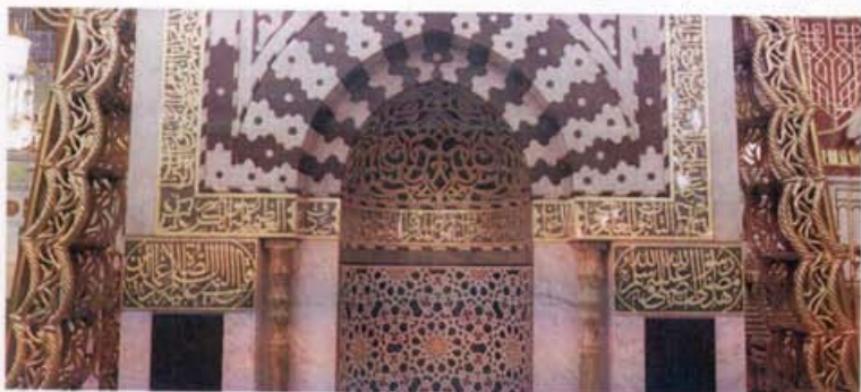
محراب کے عین سامنے کھڑا ہوگا تو نبی کریم ﷺ کا مصلّٰی اس کے دائیں جانب ہوگا۔ اس لیے جو شخص عین آپ کے مصلّٰی میں نماز پڑھنا چاہے وہ محراب سے مغربی جانب سرک جائے کہ وہ محراب اس کے بائیں ہاتھ ہو جائے۔ یہ آپ کا حقیقی مصلّٰی ہوگا۔ محراب بنائے جانے کی وجہ سے اب جو شخص آپ کے مصلّٰی میں نماز پڑھے گا اس کا ماتھا سجدے میں اس جگہ پڑے گا جہاں آپ کے قدم مبارک ہوتے تھے۔ ❶

ابن ابی الزناد رحمہ اللہ نے آپ کے سترے والے تنے کی جگہ متعین کرتے ہوئے فرمایا: ''وہ تنا اَلْاُسْطُوَانَۃُ الْمُخَلَّقَۃ کی جگہ تھا جو نبی کریم ﷺ کے موجودہ محراب سے کچھ دائیں جانب ہے۔'' ❷

مسجد نبوی میں موجودہ محراب 888ھ میں سلطان قایتبائی کے دور کا بنا ہوا ہے۔ البتہ اس کی عمومی مرمت 1404ھ میں خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے دور میں کی گئی۔

---

❶ تاريخ المسجد النبوي الشريف، محمد إلياس عبد الغني، ص:١٠٤، ١٠٥

❷ أخبار مدينة الرسول، ص:٧٩

مسجدِ نبوی کی فضیلت اور اِس میں نماز کا ثواب

مسجد نبوی کو خاص فضیلت، شرف اور عظیم مرتبہ حاصل ہے، کیونکہ کتاب وسنت میں جا بجا اس کے فضل ومرتبہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴾

"یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی وہ اس بات کی سب سے زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں (نماز کے لیے) کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے پاک باز لوگ فروکش ہیں جو پاکیزہ رہنے کے خواہش مند ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک باز لوگوں ہی کو پسند فرماتا ہے۔" [1]

امام سمہودی نے فرمایا:

"مسجد مدینہ اور مسجد قباء دونوں پر یہ وصف صادق آتا ہے کہ ان کی بنیاد شروع ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے جیسا کہ معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں مسجدوں کی بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھی لہٰذا اس آیت میں یہ دونوں مسجدیں مراد ہیں۔"

اس مسجد کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں پڑھی ہوئی ایک نماز دوسری مساجد میں پڑھی جانے والی ہزار نماز سے افضل ہے۔ گویا اس مسجد میں پڑھی ہوئی ایک نماز دوسری مساجد میں چھ ماہ تک نماز پنجگانہ پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتی ہے (اگرچہ گنتی کے لحاظ سے وہ ایک نماز ہی شمار ہوگی اور کسی دوسری نماز کی جگہ کفایت نہیں کرے گی)

---

[1] سورة التوبة:١٠٨

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ))

''میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ البتہ مسجد حرام کا ثواب اس سے بھی زیادہ ہے۔'' ❶

مسجد نبوی کی توسیعات میں نماز کا حکم: مختلف ادوار میں مسجد نبوی کے اندر جو توسیعات کی گئی ہیں ان میں نماز پڑھنے سے بھی اسی طرح ثواب بڑھے گا جس طرح مسجد نبوی میں بڑھتا ہے۔ تمام صحابہ اور تابعین اس بات پر متفق ہیں اکثر بعد والے علماء بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔

علامہ محب طبری فرماتے ہیں:

''جس مسجد میں ثواب میں مذکور اضافہ بیان کیا گیا ہے اس سے مراد وہ مسجد بھی ہے جو آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں تھی اور وہ توسیعات بھی جو بعد میں کی گئیں کیونکہ اس کے بارے میں بہت سی احادیث اور آثار منقول ہیں۔'' ❷

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ کی مسجد آج کی مسجد نبوی سے بہت چھوٹی تھی۔ مسجد حرام کی
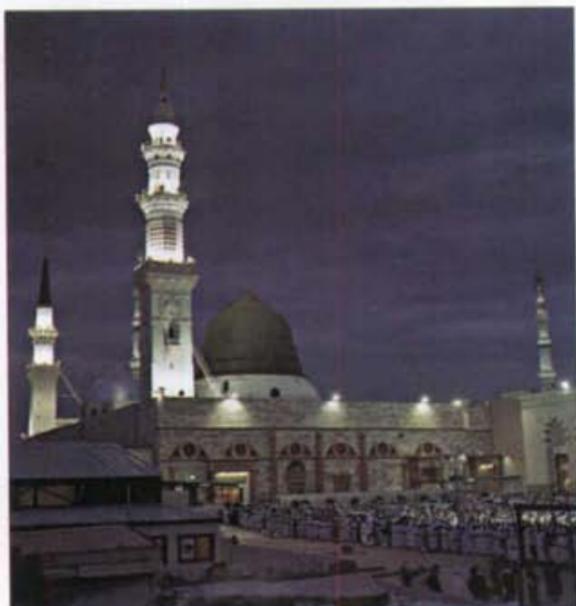
❶ صحیح بخاری، حدیث: ۱۱۹۰' صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۹۵

❷ تاریخ المسجد النبوی الشریف، ص: ۱۱

کیفیت بھی یہی ہے۔ خلفائے راشدین اور بعد والے بعض بادشاہوں نے ان میں توسیعات کیں۔ لیکن توسیع کا حکم بھی تمام مسائل میں اصل مسجد کے حکم ہی کی طرح ہے۔'' ❶

مسجد کے موجودہ صحنوں میں نماز کا حکم: جب رش زیادہ ہو تو صفیں مسجد سے باہر صحنوں بلکہ اردگرد کی سڑکوں میں بھی بن جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں مسجد سے باہر نماز پڑھنے والے کو بھی مسجد کے اندر نماز پڑھنے والے کی طرح زائد ثواب حاصل ہوگا کیونکہ تمام صفیں متصل ہیں۔

تفسیر اضواء البیان کے مؤلف لکھتے ہیں:

''مسجد نبوی میں ثواب کئی گنا زیادہ ہونا اللہ تعالیٰ کا فضل اور اپنے بندوں پر اس کا احسان ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل کے سایہ میں رہتا ہے اس لیے یہ نہیں ہوسکتا کہ دو شخص صف میں اکٹھے کھڑے ہوں ان میں سے ایک مسجد کی چوکھٹ پر اندر کی جانب کھڑا ہو اور دوسرا اسی چوکھٹ پر باہر کی جانب کھڑا ہو لیکن ان میں سے اندر والے کو تو کثیر اجر دے دیا جائے اور باہر والے کو محروم رکھا جائے جبکہ ان کے کندھے آپس میں ملے ہوئے ہیں۔'' ❷

مسجد نبوی کی خاطر لمبا سفر کیا جاسکتا ہے: مسجد نبوی کی عظمت وشان اور بلند مرتبت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ مسجد نبوی، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے سوا کسی اور مقام کو متبرک سمجھ کر اس کی طرف لمبا سفر نہیں کیا جاسکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَمَسْجِدُ الرَّسُوْلِ ﷺ وَمَسْجِدُ الْاَقْصٰی))

''تین مساجد کے سوا کسی مقام کو متبرک سمجھ کر اس کی طرف لمبا سفر نہیں کیا جاسکتا: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔'' ❸

---

❶ مجموع فتاوی ابن تيمية: ١٤٦/٢٦

❷ تاريخ المسجد النبوي الشريف، محمد الياس عبد الغني، ص: ١٣،١٢

❸ صحيح بخاري، حديث: ١١٨٩، صحيح مسلم، حديث: ١٣٩٧

مسلمان شخص جب مسجد نبوی کے ارادے کے ساتھ اپنے گھر سے نکلتا ہے تو وہ خیر میں غوطہ زن رہتا ہے حتی کہ وہ مسجد نبوی میں داخل ہو جاتا ہے جو اس سے بھی بڑھ کر خیر ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کردہ یہ روایت ذکر فرمائی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''جس وقت تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر سے (چل کر) میری مسجد میں آتا ہے تو اس کا پاؤں (کو اُٹھانا) نیکیاں لکھنے کا سبب بنتا ہے اور پاؤں (کو زمین پر رکھنا) گناہوں کے جھڑنے کا سبب بنتا ہے حتی کہ وہ واپس آ جائے۔'' ❶

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

''جو شخص میری اس مسجد میں آیا' اس کا ارادہ صرف خیر سیکھنے یا سکھانے کا تھا تو اس کا مرتبہ مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ہوگا اور جو اس کی بجائے کسی اور مقصد سے یہاں آیا تو وہ اس آدمی کی طرح ہوگا جو کسی دوسرے کے سامان کی تاڑ میں ہے۔'' ❷

---

❶ صحیح ابن حبان:٤/٣،٥٠' حدیث:١٦٢٢

❷ سنن ابن ماجه، حدیث:٢٢٧ وصححه الألباني

مسجدِ نبوی کی زیارت کے آداب

کچھ آداب کا تعلق تو تمام مساجد کے ساتھ ہے اور کچھ آداب رسول اللہ ﷺ کی مسجد مبارک کے ساتھ خاص ہیں۔ ہر مسلمان کو دونوں قسم کے آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں:

① مسجد کی حاضری کے وقت بہترین لباس پہنے، خوشبو لگائے (مگر صرف مرد) اور اچھی شکل و صورت بنائے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

((يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ))

''اے اولادِ آدم! مسجد میں حاضری کے وقت اچھا لباس پہنا کرو اور کھاؤ پیو البتہ اسراف نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔'' [1]

[1] سورة الاعراف: ٣١

② جسم اور کپڑے ہر قسم کی بدبو سے پاک ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا اَوْلِيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ))

''جو شخص پیاز یا لہسن کھائے وہ ہماری مسجد (میں نہ آئے بلکہ اس) سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔'' ❶

③ داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھے اور یوں کہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

''اللہ تعالیٰ کے نام سے (داخل ہوتا ہوں) اور رسول اللہ (ﷺ) پر سلام ہو، اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' ❷

④ صلاۃ وسلام کے وقت یا قرآن مجید پڑھتے وقت آواز بلند نہ کرے۔

⑤ روضۃ الجنۃ میں دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے اور اگر وہاں گنجائش نہ ہو تو مسجد میں جہاں جگہ ملے پڑھے۔

⑥ یہ ضروری ہے کہ نماز پڑھتے وقت رخ، رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی طرف نہ ہو کیونکہ نماز تو صرف قبلہ کی طرف ہوتی ہے۔ اسی طرح روضۂ مبارکہ کا طواف نہ کرے کیونکہ طواف تو صرف کعبہ کا ہوتا ہے۔

❶ صحیح بخاری، حدیث:٨٥٥، صحیح مسلم، حدیث:٥٦٤

❷ صحیح مسلم، حدیث:٧١٣، جامع ترمذی، حدیث:٣١٤، سنن ابن ماجہ، حدیث: ٧٧١

روضۂ نبوی اور اس کی زیارت کی شرعی حیثیت

جب نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے تو لوگوں میں اختلاف ہو گیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آپ کی قبر مبارک کہاں بنائیں؟ حتی کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

((لَمْ يُقْبَرْ نَبِيٌّ إِلَّا حَيْثُ يَمُوتُ))

''نبی جہاں فوت ہوتا ہے اسے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔''

تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کا بستر ایک طرف کیا اور بستر والی جگہ قبر مبارک کھودی۔ ❶

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں دفن ہوئے۔

❶ مسند احمد: ۷/۱
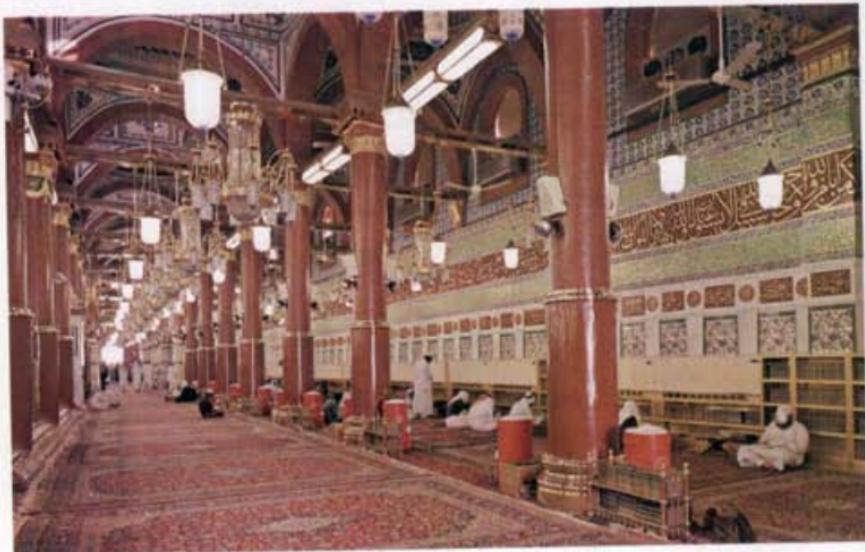
نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں حجرۂ مبارکہ کے جنوبی جانب مدفون ہیں، جب کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسی حجرۂ مبارکہ کی شمالی جانب زندگی گزارتی رہیں۔ ان کے اور قبر مبارک کے درمیان کوئی دیوار یا رکاوٹ نہیں تھی۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے نبی کریم ﷺ کے پاس ہی دفن کیے گئے۔ ان کی قبر نبی کریم ﷺ کی قبر سے ایک ہاتھ نیچے کھودی گئی اور ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے مقدس ومطہر کندھوں کے برابر رکھا گیا۔ اب بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اور قبروں کے درمیان کوئی رکاوٹ قائم نہیں فرمائی۔ وہ فرماتی تھیں: ''ایک میرے خاوند ہیں، دوسرے میرے باپ۔''

پھر جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بھی وہیں دفن کرنے کی اجازت دے دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی قبر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی ایک ہاتھ نیچے کھودی گئی اور ان کا سر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کندھوں کے برابر رکھا گیا۔ چونکہ عمر رضی اللہ عنہ قد کے لمبے تھے اس لیے ان کے پاؤں حجرۂ مبارکہ کی مشرقی دیوار سے جا لگے۔ ان کے دفن کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اور ان بابرکت قبروں کے درمیان دیوار بنوا دی، کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ ان کے لیے محرم نہیں تھے۔ لہٰذا انھوں نے ان کی وفات کے بعد بھی ان کا احترام قائم رکھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب

پر رحمتیں نازل فرمائے۔

نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت: نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت حج کے دوران فرض ہے نہ شرط جیسا کہ عامۃ الناس کا خیال ہے۔ البتہ یہ اس شخص کے لیے مستحب ہے جو مسجد نبوی کی زیارت کو جائے یا اس کے قریب رہتا ہو۔ دور رہنے والے کو صرف قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے لمبا سفر کرنے کی اجازت نہیں بلکہ مسنون یہ ہے کہ وہ مسجد نبوی کے ارادے سے سفر کرے اور جب مسجد نبوی میں پہنچے تو پھر آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت مسجد نبوی کی زیارت کے تابع ہو جائے گی۔ یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا جائے گا کہ صحیحین میں خود نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے:

((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَمَسْجِدُ الرَّسُوْلِ ﷺ وَمَسْجِدُ الْاَقْصٰی))

''تین مساجد کے سوا کسی مقام کی زیارت کے لیے طویل سفر نہ کیا جائے: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ'' [1]

لیکن جن روایات سے آپ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے لمبے سفر کی اجازت پر استدلال کیا جاتا ہے، وہ سنداً نہ صرف ضعیف بلکہ موضوع ہیں جیسا کہ حفاظ حدیث، مثلاً: امام دار قطنی، بیہقی اور حافظ ابن حجر وغیرہم، نے صراحت کی ہے۔ لہٰذا ان روایات کو ان صحیح روایات کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا جو مذکورہ تین مساجد کے سوا کسی بھی مقام کی زیارت کی غرض سے طویل سفر کو ممنوع قرار دیتی ہیں۔

ہم اپنے قاری کے سامنے ان چند موضوع احادیث کا ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ دھوکہ نہ کھائے:

پہلی روایت:

مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ

---

[1] صحیح بخاری، حدیث:۱۱۸۹، صحیح مسلم، حدیث:۱۳۹۷

"جس شخص نے حج کیا لیکن میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ سے بدسلوکی کی۔"

دوسری روایت:

مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَمَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ

"جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی، یوں سمجھو اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔"

تیسری روایت:

مَنْ زَارَنِیْ وَزَارَ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ فِیْ عَامٍ وَّاحِدٍ ضَمِنْتُ لَهٗ عَلَی اللّٰهِ الْجَنَّةَ

"جس نے ایک ہی سال میری بھی زیارت کی اور میرے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بھی زیارت کی میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

چوتھی روایت:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ

"جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔"

یہ اور اس قسم کی دوسری احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت نہیں۔ [1]

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرے اسے چاہیے کہ وہ انتہائی ادب اور خاموشی کے ساتھ قبر مبارک کے پاس کھڑا ہو اور پھر ادب و احترام کے ساتھ ان الفاظ کے ساتھ آپ کی خدمت میں سلام پیش کرے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

"اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر ہوں۔"

اور اگر زیارت کرنے والا سلام پیش کرتے وقت درج ذیل الفاظ کہے تو اس میں بھی کوئی

---

[1] الحج والعمرة والزيارة، ص:٦٨، ٦٩ مؤلفه شيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز رحمه الله

حرج نہیں کیونکہ یہ نبی اکرم ﷺ کے حقیقی اوصاف ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ مِنْ خَلْقِهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ وَجَاهَدْتَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ

''اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام ہو۔ اے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بہترین شخصیت! آپ پر سلام ہو۔ اے پیغمبروں کے سردار اور متقین کے امام! آپ پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے فریضۂ رسالت کماحقہ' ادا فرمایا' اللہ تعالیٰ کی امانت لوگوں تک بے کم وکاست پہنچائی' اپنی امت کی بے لوث خیر خواہی فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کماحقہ' جہاد فرمایا۔''

پھر وہ شخص آپ پر درود پڑھے اور آپ کے لیے دعا کرے کیونکہ شریعت مطہرہ میں آپ کے لیے صلاۃ وسلام دونوں کا حکم ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

''اے ایمان والو! آپ پر درود وسلام پڑھا کرو۔''[1]

پھر وہ شخص سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما پر بھی سلام پیش کرے اور ان کے لیے دعا کرے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ اور صاحبین رضی اللہ عنہما پر سلام پیش کرتے تو عام طور پر یوں فرماتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَتَاهُ

''یارسول اللہ! آپ پر سلام ہو۔ اے ابوبکر! آپ پر سلام ہو اور اے اباجان! آپ پر

[1] سورة الاحزاب:٥٦

بھی سلام ہو۔"

یہ کہہ کر رخصت ہو جاتے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ کسی کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ روضۂ مطہرہ کو ہاتھ یا جسم لگائے یا بوسہ دے یا طواف کرے کیونکہ یہ چیز صحابہ وتابعین سے ثابت نہیں بلکہ یہ بدعت منکرہ (بعد کی ایجاد) ہے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ سے کسی حاجت برآری، مشکل کشائی اور شفائے مرض کی یا اسی قسم کی کوئی اور دعا کرے کیونکہ ایسی چیزوں کی دعا اللہ تعالیٰ ہی سے کی جا سکتی ہے۔ فوت شدگان سے ایسی دعائیں کرنا شرک ہے اور غیر اللہ کی عبادت کے زمرے میں آتا ہے۔

نیز بعض زائرین آپ ﷺ کے روضۂ مطہرہ کے سامنے بڑی دیر تک کھڑے ہو کر اونچی آواز سے پڑھتے یا روتے ہیں۔ یہ بھی شریعت مطہرہ کے خلاف ہے کیونکہ روضۂ مقدسہ کے پاس زیادہ دیر تک کھڑے رہنا اور بار بار سلام پڑھنا رش کا سبب بنتا ہے، چیخ و پکار پیدا ہوتی ہے اور روضۂ مبارکہ کے پاس شور و غل ہوتا ہے اور یہ سب چیزیں آپ کے ادب اور شریعت مقدسہ کے خلاف ہیں۔

اسی طرح بعض زائرین سلام کے وقت اپنے سینے پر یا سینے سے نیچے نماز کی طرح ہاتھ باندھ لیتے ہیں، یہ بھی درست نہیں، نہ آپ پر سلام پیش کرتے وقت اور نہ کسی اور بادشاہ وغیرہ کو سلام کہتے ہوئے۔ کیونکہ یہ عبادت اور خشوع و خضوع کی حالت ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مسجد مبارک کی زیارت سارا سال مشروع اور مستحب ہے۔ اس کے لیے کسی خاص وقت کی قید ہے نہ یہ حج کا حصہ ہے۔ حج کے ارکان میں یہ زیارت داخل نہیں۔ حج اس کے بغیر بھی مکمل ہے، البتہ حج کے ارادے سے آنے والے کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس خیر عظیم سے محروم نہ رکھے بلکہ یہاں نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل کرے جیسا کہ پہلے احادیث میں ذکر ہو چکا ہے۔

مدینہ منورہ کی دوسری تاریخی مساجد

مَسْجِدِ قُبَاء: رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی حدود میں پہنچے تو سب سے پہلے آپ نے اسی مسجد کی بنیاد رکھی تھی۔ اس مسجد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں بھی فرمایا ہے:

+

''یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں (عبادت کیلئے) کھڑے ہوں۔'' ❶

---

❶ سورۃ التوبۃ:۱۰۸

جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی تو آپ قباء میں بنوعمرو بن عوف (قبیلہ) کے سردار کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرے اوران کے ایک باڑے میں مسجد کی بنیاد رکھی اور خوداس کی تعمیر میں شریک ہوئے، آپ اس میں نماز بھی پڑھتے رہے۔ درحقیقت یہی وہ پہلی مسجد تھی جس میں آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو علانیہ باجماعت نماز پڑھائی۔

اس کی تعمیر کے بارے میں شموس بنت نعمان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' ہمارے پاس ٹھہرے اور اس مسجد' مسجد قباء کی بنیاد رکھی تو میں نے آپ کو دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اس قدر بھاری پتھر اٹھاتے کہ اس سے آپ کو سخت مشقت کا سامنا کرنا پڑتا اور میں نے آپ کے پیٹ یا ناف مبارک پر مٹی دیکھی۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھاگا آتا اور گزارش کرتا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! مجھے پکڑا دیجیے' اکیلا ہی اٹھا لیتا ہوں۔ آپ فرماتے: نہیں! تو اور اٹھا لے۔''

اس طریقے سے آپ نے مسجد کی بنیاد رکھی۔ آپ فرماتے تھے: ''جبریل علیہ السلام قبلہ کا رخ بتا رہے ہیں۔'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ ''سب مساجد میں سے درست ترین قبلہ والی مسجد، مسجد قباء ہے۔'' [1]

مسجد قباء کا قبلہ ابتدا میں بیت المقدس تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو کعبہ کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھنے کا حکم دیا تو قباء والوں نے مسجد دوبارہ بنانے کا ارادہ کیا۔ نبی کریم ﷺ بنفس نفیس ان کے پاس تشریف لائے اور قبلہ کا خط خود کھینچا۔ اوراس کی دوسری تعمیر میں بھی شریک ہوئے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: جب قبلہ کعبہ ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ مسجد قباء میں تشریف لائے اور مسجد کی دیوار کا سنگ بنیاد رکھا جو آج تک اسی جگہ ہے۔ اور آپ ﷺ نے

---

[1] مجمع الزوائد: ۱۱/٤، رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات
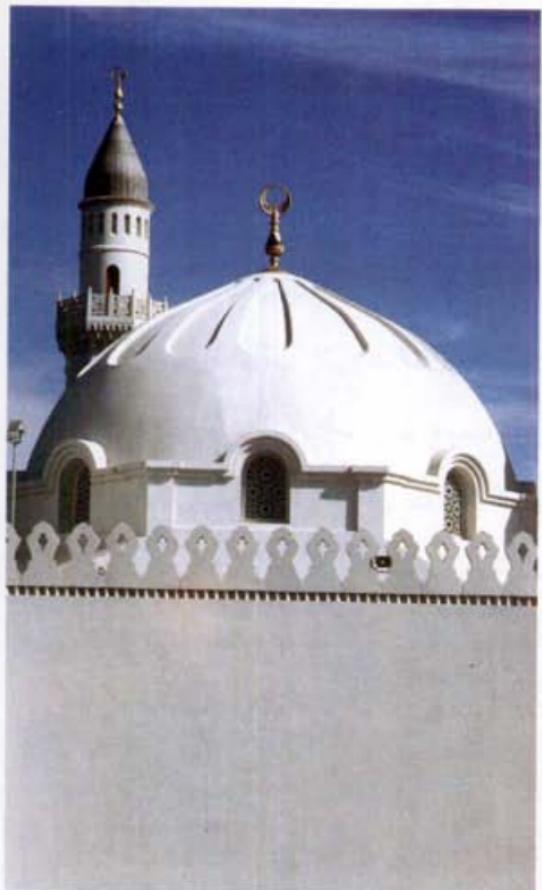
فرمایا: ''جبریل علیہ السلام مجھے بیت اللہ کی سمت بتا رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے مسجد کی تعمیر میں خود پتھر اٹھائے۔'' ❶

مسجد قباء کی فضیلت: اس مسجد کی فضیلت کے اظہار کے لیے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہفتے کے دن باقاعدہ اس مسجد میں جاتے تھے کیونکہ ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے پیدل یا سوار مسجد قباء میں تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعتیں ادا فرماتے تھے۔ ❷

مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں سہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ خَرَجَ حَتّٰی یَأْتِیَ هٰذَا الْمَسْجِدَ یَعْنِیْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَیُصَلِّیَ فِیْهِ کَانَ کَعَدْلِ عُمْرَةٍ))

''جو شخص گھر سے نکل کر اس مسجد' مسجد قباء میں آئے اور یہاں دو رکعتیں پڑھے' اسے ایک عمرے کا ثواب ملے گا۔'' ❸

---

❶ المساجد الأثرية، ص:۲۷

❷ صحیح بخاری، حدیث:۱۱۹۳' صحیح مسلم، حدیث:۱۳۹۹

❸ المستدرك للحاكم:۱۲/۳ وسنده صحیح

عامر بن سعد بن ابی وقاص اور ان کی بہن عائشہ بنت سعد دونوں کہتے ہیں کہ ہم نے سعد رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا:

"مجھے مسجد قباء میں نماز پڑھنا بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے۔" ❶

مسلمان عوام اور حکمرانوں نے مسجد قباء کی طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ مذکور ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے نئے سرے سے بنایا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تجدید کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ بھی فرمایا اور اس کا محراب جنوب کی طرف بڑھا دیا۔

اسی طرح عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ کی گورنری کے دور (87ھ تا 93ھ) میں اس کی تجدید و تزئین کی اور شمالی جانب اس میں اضافہ فرمایا اور پہلی دفعہ اس میں مینار بھی بنایا۔

سلطان محمود ثانی کے دور (1245ھ) اور ان کے بیٹے سلطان عبدالمجید کے دور تک اس میں مسلسل تجدید ہوتی رہی۔

1388ھ میں شاہ فیصل رحمہ اللہ نے اس کی عمارت نئے سرے سے بنانے کا حکم دیا اور ایک خوبصورت نئی عمارت بنوائی اور شمالی جانب مزید اضافہ کیا۔ ❷

1405ھ میں خادم الحرمین شاہ فہد بن عبدالعزیز نے اس مسجد کی تعمیر و توسیع کا حکم دیا۔ اب اس کا مجموعی رقبہ 13,500 مربع میٹر ہو گیا ہے۔ اس مسجد میں 56 چھوٹے گنبد، 6 بڑے گنبد اور 4 مینار ہیں۔ اور اس کے صحن پر خیمے جیسی چھت ڈالی گئی ہے جسے بجلی کی مدد سے بوقت ضرورت ہٹایا جا سکتا ہے۔ اس مسجد میں 20,000 افراد بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں۔

مسجد اجابہ: اسے مسجد بنی معاویہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ انصار کے ایک قبیلہ بنو معاویہ بن مالک بن عوف کے محلّہ میں واقع ہے۔ اس کو "مسجد اجابہ" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں تین دعائیں فرمائی تھیں۔ ان میں سے دو دعائیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیں لیکن ایک قبول نہ فرمائی۔

❶ المستدرك للحاكم: ۱۲/۳

❷ الدر الثمين، ص: ۱۲۱

امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے: رسول اللہ ﷺ قباء کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔ جب آپ بنو معاویہ کی مسجد کے پاس سے گزرے تو اس میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے بڑی لمبی دعا فرمائی، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"میں نے اپنے رب تعالیٰ سے تین چیزیں مانگی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دو تو مجھے دے دیں ایک نہیں دی۔ میں نے اپنے رب سے گزارش کی تھی کہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ فرمائے، اللہ تعالیٰ نے یہ گزارش مان لی۔ دوسری گزارش میں نے یہ کی تھی کہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ فرمائے، اللہ تعالیٰ نے یہ بھی مان لی۔ تیسری گزارش یہ تھی کہ میری امت کے لوگ آپس میں نہ لڑیں، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں مانی۔" ❶

اب یہ مسجد، بقیع کی شمالی جانب 385 میٹر کے فاصلے پر شاہ فیصل روڈ (جسے "شارع ستین" بھی کہا جاتا ہے) کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ مسجد نبوی کی دوسری سعودی توسیع سے اس کا فاصلہ 580 میٹر ہے۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ کے دور میں اس کی نئی تعمیر و توسیع ہوئی ہے۔ یہ 1418ھ (1997ء) کی بات ہے۔ اس مسجد کی چھت والی عمارت کا رقبہ 1000 مربع میٹر ہے۔ مسجد کی اگلی جانب ایک گنبد ہے جس کی بلندی 13,70 میٹر ہے اور اس میں ایک مینار ہے جس کی بلندی 33,75 میٹر ہے اس کی تعمیر پر 15 لاکھ ریال خرچ ہوئے۔ ❷

مسجد جمعہ: اسے "مسجد جمعہ" اس لیے کہا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب قباء بستی میں چند دن ٹھہر کر مدینہ منورہ کی طرف چلے تو اس مقام پر آپ نے سب سے پہلا جمعہ پڑھایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس جگہ مسجد بنا دی۔ اس مسجد کے اور بھی کئی نام ہیں: مسجد بنی سالم، مسجد وادی، مسجد غبیب اور مسجد عاتکہ۔ علامہ زین مراغی (اَلْمُتَوَفّٰی: 816ھ) نے اس مسجد کے بارے میں

❶ صحیح مسلم، حدیث: ۲۸۹۰ ❷ المساجد الأثرية، ص: ۳۳، ۳٤

یوں لکھا ہے: ''نبی کریم ﷺ جمعۃ المبارک کے دن قباء سے عازم مدینہ ہوئے۔ اس وقت دن کافی چڑھ چکا تھا۔ اس لیے راستے ہی میں بنوسالم بن عوف کے محلے میں نماز جمعہ کا وقت ہوگیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سمیت وادی رانوناء میں جمعہ پڑھا۔ اس بنا پر اس جگہ بنائی جانے والی مسجد کو ''مسجد وادی'' یا ''مسجد جمعہ'' کہا جاتا ہے۔'' ❶

یہ مسجد بنوسالم بن عوف قبیلہ کی مسجد تھی۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے اپنے دور گورنری میں اسے دوبارہ تعمیر فرمایا۔'' ❷

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے دور میں اس مسجد کی توسیع اور نئی تعمیر 1412ھ میں مکمل ہوئی ہے۔ اس کا کل رقبہ 1630 مربع میٹر ہے اور اس میں 650 نمازی سما سکتے ہیں۔ اس مسجد میں ایک گنبد ہے جس کا قطر 12 میٹر ہے اس کے علاوہ چار چھوٹے قبے بھی ہیں۔ اس کے مینار کی بلندی 25 میٹر ہے اور مسجد جمعہ، قباء سے 500 میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ جمعہ تاریخ اسلام کا سب سے پہلا جمعہ نہیں بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ

---

❶ المساجد الأثرية، ص: ٦٤ ـ ٦٧' ایک جگہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ قباء میں چودہ راتیں ٹھہرے جبکہ یہاں یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے پہلا جمعہ مدینے کی راہ میں پڑھا۔ تو پھر اس سے پہلے والا جمعہ کہاں گیا؟ لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ قباء میں ایک ہفتے سے بھی کم مدت ٹھہرے تھے۔ واللہ اعلم' الرحيق المختوم، تجليات نبوت مؤلفه شيخ صفی الرحمن مبارکپوری، دیکھیے زیر عنوان: ''آپ ﷺ کی قباء میں تشریف آوری''۔ ❷ المساجد الأثرية، ص: ٦٩، ٧٠

کا پہلا جمعہ ہے، ورنہ جمعہ تو اس وقت فرض ہو گیا تھا جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ ہی میں تھے۔ لیکن وہاں امن اور غلبہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ جمعہ نہیں پڑھا سکے تھے۔

تاریخ اسلام کا پہلا جمعہ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں مدینہ والوں کو پڑھایا تھا، پھر مسجد نبوی والی جگہ میں بھی جمعہ ہوتا رہا اور جب سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنے کی غرض سے آپ کے پاس آ گئے تو سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ پڑھایا۔ نبی ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری کے بعد سب سے پہلا جمعہ آپ نے بنو سالم کی آبادی میں ''مسجد جمعہ'' کی جگہ پڑھایا۔ [1]

مَسْجِدِ قِبْلَتَيْن: اسے ''مسجد بنی سلمہ'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بنی سلمہ کے محلے میں واقع ہے۔ اس مسجد کو ''مسجد قبلتین'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں ایک نماز دو قبلوں کی طرف (منہ کر کے) پڑھی گئی تھی۔ کچھ نماز بیت المقدس کی طرف اور کچھ بیت اللہ کی طرف۔ صحیح بخاری میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ (مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد) سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف

[1] الدر الثمین، ص: ۱۳۰
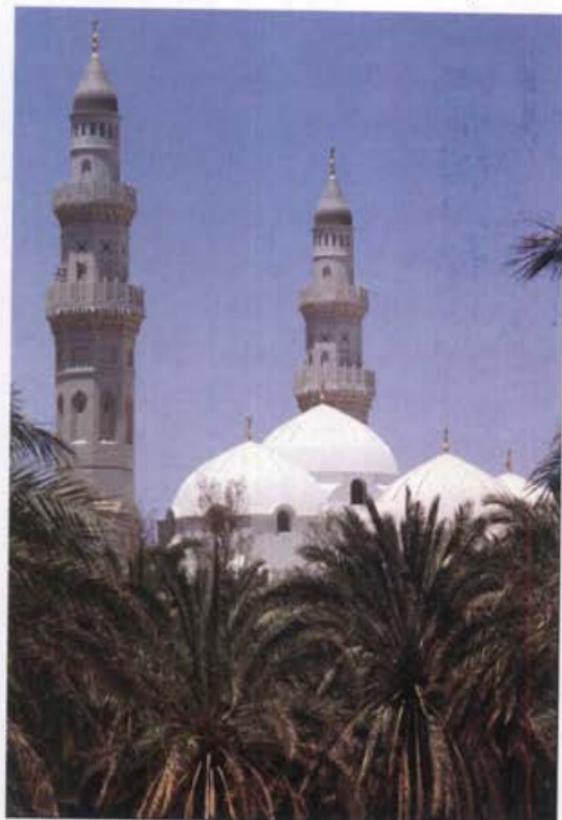
(منہ کرکے) نماز پڑھتے رہے، ویسے آپ کی دلی خواہش تھی کہ آپ کے لئے قبلہ کعبہ کو قرار دے دیا جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ ❶

تو آپ نے کعبہ کی طرف نماز پڑھنی شروع کردی۔ بے وقوف یہودی کہنے لگے: مسلمانوں کو کس چیز نے ان کے پہلے قبلے سے پھیر دیا ہے؟ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی!) ''آپ فرمادیں کہ مشرق و مغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر لے آتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک آدمی نے کعبے کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھی۔ گھر کو جاتے ہوئے وہ کچھ انصاری لوگوں کے پاس سے گزرا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف (منہ کرکے) پڑھ رہے تھے۔ اس آدمی نے بلند آواز سے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر آیا ہوں اور آپ نے کعبے کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھی ہے۔ تو وہ لوگ نماز ہی میں کعبے کی طرف متوجہ ہوگئے۔'' ❷

بعض روایات میں اس طرح بھی آیا ہے:

''نبی کریم ﷺ بنی سلمہ کے علاقہ میں بِشر بن براء بن معرور کی والدہ محترمہ کو ملنے گئے، انھوں نے آپ کے لیے کھانا تیار کرلیا' اس طرح ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا۔ آپ ساتھیوں کو نماز پڑھانے لگے، دو رکعتیں پڑھی تھیں کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم آ گیا۔ آپ نماز ہی میں کعبہ کی طرف متوجہ ہوگئے اس لیے اس مسجد کو مسجد قِبلَتَین کہا جانے لگا۔'' •

---

❶ سورة البقرة:١٤٤

❷ صحيح بخاري، حديث:٣٩٩

• المساجد الأثرية، ص:١٨٦

اس مسجد کی تعمیر و توسیع بھی خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے دور میں مکمل ہوئی ہے۔ اس نئی عمارت کی دو منزلیں ہیں، مینار بھی دو ہیں اور گنبد بھی دو۔ مسجد کا مجموعی رقبہ 3920 مربع میٹر ہے۔ اس مسجد کی تعمیر پر 39,700,000 ریال خرچ ہوئے۔

مسجد بنی حارثہ (مسجد مُستراح): اسے مسجد ''بنی حارثہ'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ انصار کے ایک قبیلہ بنو حارثہ کے محلہ میں بنائی گئی۔ آج کل اسے مسجد مستراح کہا جاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ غزوۂ احد سے واپسی کے وقت آرام کرنے کے لیے اس میں کچھ دیر ٹھہرے تھے۔ یہ مسجد، شہدائے اُحد کے قبرستان سے (مسجد نبوی کی طرف) آتے ہوئے سڑک کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ یہ مسجد نبی کریم ﷺ کے دور ہی میں بنی ہوئی تھی اور بنو حارثہ اس میں نماز پڑھتے تھے۔ قبلہ کی تبدیلی سے متعلق احادیث میں اس مسجد کا ذکر آتا ہے کہ بنو حارثہ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کو قبلہ کی تبدیلی کی اطلاع ملی۔

حضرت تُوَیْلَه بِنْتِ اَسْلَم رضی اللہ عنہا، جنھوں نے آپ سے بیعت بھی کی تھی، فرماتی ہیں: ہم بنو حارثہ کے محلے میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھنی شروع کر دی ہے۔ یہ سن کر مرد عورتوں کی جگہ آ گئے اور عورتیں مردوں کی جگہ چلی گئیں اور باقی دو رکعتیں کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قبلہ کی تبدیلی کی اطلاع مدینہ منورہ کے اندر اندر عصر کی نماز تک پہنچ چکی تھی۔ سیدنا براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اسی کا ذکر ہے اور اس سے مراد بنو حارثہ ہیں۔'' ❶

یہ بھی روایت ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے بھی مسجد بنی حارثہ میں نماز پڑھی ہے۔'' جیسا کہ ابراہیم بن جعفر اپنے والد جعفر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ ❷

اس مسجد کی تعمیر و توسیع بھی شاہ فہد حفظہ اللہ کے دور میں جدید اسلوب سے تکمیل پذیر ہوئی ہے۔

---

❶ المساجد الأثرية، ص: ٢٠٤، ٢٠٥ ❷ المساجد الأثرية، ص: ٢٠١

مسجد فتح: مسجد فتح مدینہ منورہ کے شمال میں ایک پہاڑ ''سَلع'' میں واقع ہے۔اس کو مسجد فتح اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ خندق کے دوران اس جگہ نصرت و فتح کی وحی رسول اللہ ﷺ پر اتاری تھی اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

((أَبْشِرُوْا بِفَتْحِ اللّٰهِ وَنَصْرِهِ))

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت و فتح کی وحی پر خوش ہو جاؤ۔''

اس مسجد کو مسجد احزاب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس مقام پر کفار کے لشکروں کے خلاف بددعا فرمائی تھی:

((اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ))

''اے اللہ! ان لشکروں کو شکست دے۔''

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''نبی کریم ﷺ نے مسجد فتح میں پیر، منگل اور بدھ کے دن مسلسل دعا فرمائی، آخر بدھ کے دن دو نمازوں کے درمیان آپ کی دعا قبول ہوگئی تو خوشی کے آثار آپ کے چہرۂ انور پر صاف نظر آ رہے تھے۔'' [1]

[1] مجمع الزوائد: ١٢/٤، مسند احمد: ٣٣٢/٣

اس مسجد کو سب سے پہلے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تعمیر فرمایا۔ پھر 575ھ میں امیرِ مصر نے اس کو نئے سرے سے تعمیر کیا۔ پھر 1270ھ (1853ء) میں سلطان عبدالمجید اوّل نے اس کی تعمیرِ نو کی، اس کی موجودہ عمارت اسی دور کی ہے۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے دور میں اس کی حفاظت کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اس کے اردگرد خوبصورت نقش و نگار والی (سیمنٹ کی) جالی دار دیوار بنا دی گئی ہے۔ ❶

مسجد میقات: اس مسجد کو "مسجد شجرہ" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اس درخت کی جگہ بنائی گئی ہے جس کے نیچے نبی کریم ﷺ دورانِ سفر قیام فرمایا کرتے تھے۔ ❷ اس مسجد کو "مَسْجِدِ ذُوالْحُلَيْفَه" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ذوالحلیفہ کے علاقے میں واقع ہے۔ اس کو مسجد میقات اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ جگہ مدینہ والوں کا میقات ہے۔ اس لیے اس کو "مسجد اِحرام" بھی کہا جاتا ہے۔

مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہاں نماز پڑھی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "رسول اللہ ﷺ شجرہ کے راستے سے نکلتے تھے اور معرّس کے راستے سے داخل ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ کے ارادے سے نکلتے تو مسجد شجرہ کی جگہ نماز پڑھتے تھے اور جب واپس تشریف لاتے تو ذوالحلیفہ کے مقام پر وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے اور صبح تک وہیں ٹھہرتے۔" ❸

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے مسجد شجرہ میں درمیانی ستون کی طرف نماز پڑھی اور یہ ستون اس درخت کی جگہ پر ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے۔ ❹

---

❶ المساجد الأثرية، ص:١٣٩، ١٤٠

❷ المساجد الأثرية، ص:٢٥٥

❸ صحیح بخاری، حدیث:١٥٣٣، صحیح مسلم، حدیث:١٢٥٧

❹ وفاء الوفاء:٣/١٠٠٢، المساجد الأثرية، ص:٢٥٦

سابقہ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ مسجد شجرہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں موجود تھی۔ آپ نے اس میں نماز بھی پڑھی ہے اور احرام بھی باندھا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنی مدینہ کی گورنری کے دور (87ھ تا 93ھ) میں ان دوسری مساجد کے ساتھ اسے بھی تعمیر کر دیا ہو، جن میں رسول اللہ ﷺ نے کبھی نماز پڑھی تھی۔ پھر جب اس کی عمارت کمزور ہوگئی تو زین الدین استدار نے 861ھ (1456ء) میں اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ اسی طرح 1090ھ (1679ء) میں عثمانی دور میں بھی اس کی تعمیر نو کی گئی۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ نے اس مسجد کی توسیع کا حکم دیا۔ اس غرض کے لیے نیز مسجد کے ملحقہ علاقے کی تزئین کے لیے قریبی زمینوں کو خریدا گیا۔ وہاں گاڑیوں کے لیے پارکنگ اور دیگر سہولیات کا قیام بھی مقصود تھا۔ مسجد کے پورے علاقے کا رقبہ 90,000 مربع میٹر ہے۔ ویسے مسجد کی عمارت اور ملحقہ چیزیں 26,000 مربع میٹر پر تعمیر کی گئی ہیں۔ باقی (34,000 مربع میٹر) جگہ پر راستے، فٹ پاتھ، سٹینڈ اور سبزہ زار بنائے گئے ہیں۔

مسجد کی بناوٹ برآمدوں کی لائنوں کی صورت میں ہے جن میں چھ چھ مربع میٹر کا فاصلہ ہے۔ ان برآمدوں پر گنبدوں کی چھت ڈالی گئی ہے۔ جن کی تعداد تقریباً ایک سو ہے۔ محراب کے اوپر بھی ایک قبہ ہے جس کی اونچائی 28 میٹر ہے۔ مینار کی لمبائی 64 میٹر ہے۔ مسجد کا فرش سنگ مرمر اور منقش گرینیٹ سے لگایا گیا ہے۔ دروازے لکڑی کے ہیں اور پوری مسجد میں مرکزی ایئر کنڈیشننگ سسٹم ہے۔ مسجد کے ساتھ دیگر ضروریات کے لیے بھی وسیع عمارتیں بنائی گئی ہیں جن میں 512 طہارت خانے اور نہانے کے لیے 566 غسل خانے ہیں جن میں سے کچھ عورتوں کے لیے مخصوص ہیں۔ بوڑھے اور عمر رسیدہ افراد کے لیے بھی علیحدہ سے انتظام کیا گیا ہے۔ وضو کے لیے 384 مقامات ہیں۔ بس سٹینڈ میں 500 چھوٹی گاڑیوں اور 80 بڑی گاڑیوں کی گنجائش ہے۔ پوری توسیع پر 20 کروڑ ریال خرچ ہوئے۔ [1]

---

[1] المساجد الأثرية، ص: ٢٦٠

مسجد مصلّٰی (عیدگاہ والی مسجد): یہ مسجد، مسجد نبوی کے جنوب مغرب میں باب السلام سے نصف کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ اس میدان میں ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے نماز عید کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ اسے ''میدان مصلّٰی'' کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری سالوں میں اس مسجد کی جگہ کو عیدگاہ بنایا تھا۔ ابن شبّہ نے ذکر کیا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ پہلے ''دارالشفاء'' کے پاس عید پڑھتے تھے پھر ''حارہ دَوس'' میں پڑھنے لگے پھر معروف عیدگاہ میں عید شروع فرمائی اور اپنی وفات تک اسی میں عید پڑھتے رہے۔''

یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے نماز استسقا بھی اسی میدان مصلّٰی میں پڑھی تھی۔ حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا (عبداللہ بن زید) سے روایت فرماتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ عیدگاہ میں تشریف لے گئے' بارش کی دعا کی' قبلہ کی طرف منہ فرمایا' اپنی چادر کو الٹایا اور دو رکعتیں پڑھیں۔'' [1]

یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نجاشی رضی اللہ عنہ کی غائبانہ نماز جنازہ بھی اسی جگہ پڑھائی تھی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع اسی دن فرمادی تھی جس دن وہ فوت ہوئے تھے، پھر آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر عیدگاہ میں تشریف لے گئے، (نماز جنازہ پڑھایا) اور (نماز جنازہ میں) چار تکبیریں کہیں۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ سفر سے واپسی کے موقع پر مصلّٰی سے گزرتے تو رکتے اور قبلہ رخ ہو کر دعا فرماتے۔ پیچھے گزر چکا ہے کہ جو مسجد اس جگہ بنائی گئی ہے اسے ''مسجد مصلّٰی'' کہا جاتا ہے۔ لیکن آج کل اسے ''مسجد غمامہ'' کہا جاتا ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ صلوٰۃ استسقا کی ادائیگی کے دوران ایک بادل نے آپ کو دھوپ سے سایہ کیے رکھا تھا۔ جناب محمد الیاس اپنی کتاب ''مساجد اثریہ'' میں لکھتے ہیں: ''میرے علم کی حد تک کسی قدیم کتاب میں یہ نام مذکور نہیں۔''

مسجد مصلّٰی کا رقبہ 763,7 مربع میٹر ہے۔ اور یہ بہت مضبوط عمارت ہے۔ جو سلطان عبدالمجید اوّل عثمانی کی تعمیر کردہ ہے۔ سلطان کا دور 1255ھ تا 1277ھ بمطابق 1839ء تا

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۱۰۲۷' صحیح مسلم، حدیث: ۸۹٤

[2] صحیح بخاری، حدیث: ۱۲٤٥' صحیح مسلم، حدیث: ۹٥۱

1861ء ہے۔ چودھویں صدی ہجری میں سلطان عبدالحمید ثانی، جس کا دور حکومت 1293ھ تا 1327ھ بمطابق 1876ء تا 1909ء ہے، نے اس کی مرمت وغیرہ کی۔ آخری دفعہ سعودی حکومت نے اس عثمانی عمارت کی تجدید کی۔ خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد حفظہ اللہ کے دور میں 1411ھ میں اس مسجد کی مرمت مکمل ہوئی۔

مسجد فسح: اُحد پہاڑ سے متصل غار کے نیچے ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس مسجد کی جگہ جنگ اُحد کے دن لڑائی کے بعد ظہر کی نماز پڑھی تھی۔ ابن ہشام کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اُحد کے دن ظہر کی نماز زخموں کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھی تھی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر اقتدا کی۔

شاید عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے دور گورنری میں یہ مسجد تعمیر کی ہوگی۔ مگر اس کی موجودہ عمارت دور عثمانی کی یادگار ہے۔ [1]

اس وقت اس کی شمالی دیوار بالکل گر چکی ہے البتہ مشرقی، مغربی اور جنوبی دیواروں کے کچھ حصے باقی ہیں۔ جنوبی دیوار سب سے بلند ہے۔

---

[1] (المساجد الأثرية، ص: ١٥٥)

جَبَلِ اُحد

اُحد پہاڑ ایک بڑا پہاڑ ہے جو مدینہ منورہ کی شمالی جانب واقع ہے اور مسجد نبوی سے ساڑھے پانچ کلومیٹر دور ہے۔ لیکن آج کل مدینہ منورہ کی آبادی اس پہاڑ تک پہنچ چکی ہے بلکہ اس کے اردگرد پھیلی ہوئی ہے۔ اُحد پہاڑ بالاتفاق حرم میں داخل ہے کیونکہ شمال کی جانب سے حرم کی حد ''ثور پہاڑ'' ہے اور یہ پہاڑ اُحد کے پیچھے شمالی جانب واقع ہے۔ اُحد پہاڑ کی لمبائی مشرق سے مغرب کی جانب تقریباً چھ کلومیٹر ہے اور اس کا رنگ سرخی مائل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُحد کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

+ ((هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ))

”یہ ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔“ ❶

اُحد کے آپ سے محبت کرنے کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ سفر سے واپسی کے وقت جب پہاڑ نبی ﷺ کو دیکھتا تھا تو آپ کی ملاقات کے شوق سے پھولا نہ سماتا تھا۔ ظاہر ہے محبّ ایسے ہی کرتا ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ حقیقتاً اس میں محبت رکھ دی گئی تھی جیسے سیدنا داود علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرنے والے پہاڑوں میں تسبیح رکھ دی گئی تھی یا جیسے بعض پتھروں میں اللہ کا ڈر رکھ دیا گیا ہے۔

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے، آپ کے ساتھ حضرات ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے، پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ نے فرمایا: ”احد! پرسکون ہو جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔“ ❷

اُحد پہاڑ ہی کے پاس وہ افسوسناک واقعہ رونما ہوا تھا جس میں نبی کریم ﷺ کے چچا سیدنا

---

❶ صحيح بخاري، حديث: ٢٨٨٩، صحيح مسلم، حديث: ١٣٦٥

❷ صحيح بخاري، حديث: ٣٦٧٥

حمزہ رضی اللہ عنہ اور ستر دوسرے مسلمان شہید ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا رباعی دانت ٹوٹ گیا تھا، آپ کا چہرۂ انور زخمی ہوا تھا اور آپ کے ہونٹ مبارک پر بھی زخم آیا تھا۔ حقیقتاً یہ بڑی مصیبت اور آزمائش کا دن تھا۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مبارکہ سے دو سال نو مہینے سات دن بعد 3ھ میں پیش آیا۔ ❶

شہدائے اُحد کی فضیلت کے بارے میں سنن ابی داود اور مستدرک حاکم کی ایک صحیح حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب اُحد کے مقام پر تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انکی روحیں سبز پرندوں میں ڈال دیں۔ وہ جنت کے دریاؤں پر پانی پیتے ہیں' جنت کے پھل کھاتے اور عرش کے سائے تلے لٹکتی ہوئی سونے کی قندیلوں میں پناہ حاصل کرتے ہیں۔ جب انھوں نے ایسا بہترین کھانا' پینا اور آرام پایا تو کہنے لگے:

کون ہمارے زندہ بھائیوں کو ہمارے بارے میں یہ بات پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں ہمیں کھانا پینا مہیا کیا جاتا ہے' تاکہ وہ جہاد سے بے توجہی نہ کریں اور جنگ میں سستی نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہاری طرف سے یہ پیغام میں ان کو پہنچا دیتا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا﴾

''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں انھیں فوت شدہ نہ سمجھو۔'' ❷

صحیح بخاری میں حدیث ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے آٹھ سال کے بعد اُحد کے شہداء کے لیے یوں الحاح وتضرع

---

❶ معجم البلدان: ۱۰۹/۱

❷ سورۃ آل عمران: ۱۶۹، سنن ابی داود، حدیث: ۲۵۲۰' مستدرک حاکم: ۲۹۷/۲

سے دعا فرمائی جیسے الوداع کہہ رہے ہوں، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: ''میں تم سے پہلے جا رہا ہوں، میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا۔ تم سے ملاقات حوض (کوثر) پر ہو گی۔'' ❶

اُحد کی جنوبی جانب شہداء کی قبریں موجود ہیں اور صحیح قول کے مطابق شہدائے اُحد کی تعداد 70 ہے۔

*****
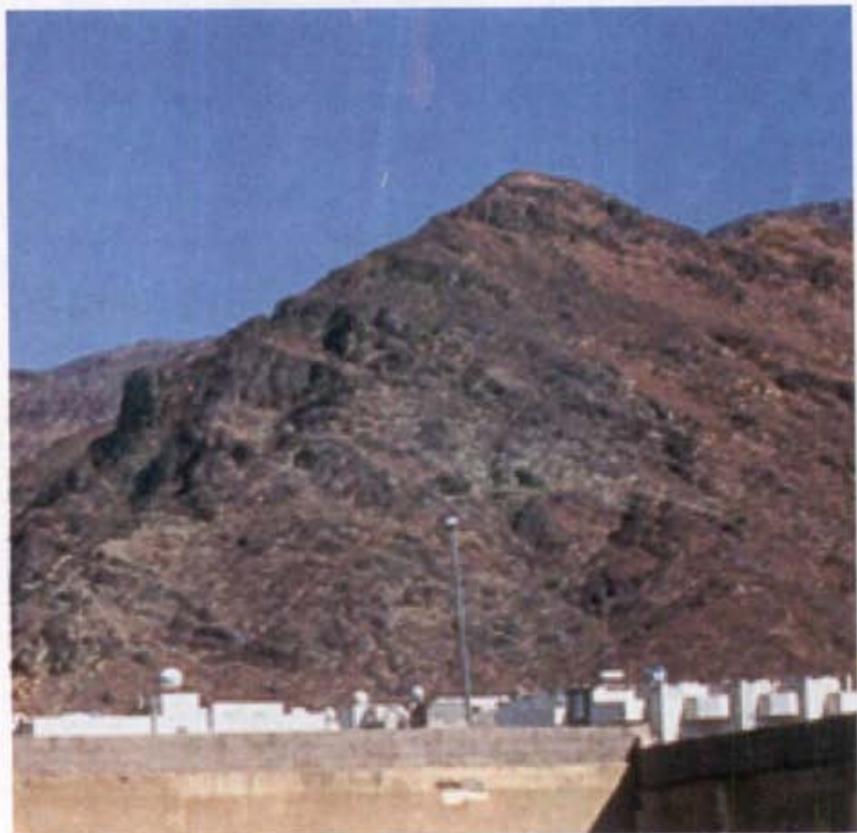
❶ صحيح بخاری، حدیث: ٤٠٤٢

بقیع غرقد

صحیح روایت کے مطابق بقیع ایک جگہ تھی جس میں مختلف قسم کے درختوں کی جڑیں تھیں۔

علامہ شَنقِیطِی کی کتاب "دُرِّثَمِین" میں یوں لکھا ہے:

"نرم زمین جو پتھروں سے خالی ہو، اس قسم کی زمین کو لوگ قبریں بنانے کے لیے منتخب کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں اس قسم کے مقامات بہت ہیں، جیسے: بَقِیعُ الْخَیْل اور بَقِیعُ الزُّبَیْر وغیرہ۔ لیکن اب یہ لفظ مدینہ منورہ کے اس قبرستان کا مخصوص نام بن چکا ہے، جو مسجد نبوی کی مشرقی جانب واقع ہے۔ پہلے مسجد اور قبرستان کے درمیان ایک بہت بڑا محلّہ تھا جس کا نام "حَارَۃُ الاَغوات" تھا اور یہ لوگ حرم نبوی کے خادم ہیں۔ 1405ھ میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں اس آبادی کو وہاں سے ہٹا دیا گیا ہے۔

اس لیے اب مسجد نبوی اور بقیع کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے۔'' [1]

"بَقِیع غَـرْقَد" کی فضیلت: بقیع کی فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میری باری کے دن میرے ہاں ہوتے' تو اکثر رات کے آخر میں بقیع کی طرف نکل جاتے اور فرماتے:

((اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَاَتَاکُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ))

''اے مومن لوگوں کے شہر والو! تم پر سلامتی ہو، کل (روز قیامت) تمھیں وہ سب کچھ ملنے والا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا تم (قیامت تک کے لیے) موخر کیے جا رہے ہو۔ ان شاء اللہ ہم بھی عنقریب تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع غرقد میں مدفون لوگوں کو معاف فرما۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور حدیث مروی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں:

''ایک دن میری باری کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تھے۔ آپ تشریف لائے۔ چادر اتاری' جوتے اتار کر اپنے پاؤں کے پاس رکھے' اپنی چادر بستر پر بچھائی اور لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر لیٹے رہے، جب آپ نے سمجھا کہ میں سو چکی ہوں تو آپ نے چپکے سے چادر پکڑی' آہستہ سے اُٹھے، دھیرے سے دروازہ کھولا اور نکل گئے۔ پھر آرام سے دروازہ بند کر دیا۔ میں نے اپنی قمیص پہنی' اوڑھنی لی' چادر اوڑھی اور آپ کے پیچھے چل پڑی۔ آپ بقیع میں پہنچ گئے اور کھڑے ہو گئے۔ بڑی دیر کھڑے رہے' پھر تین دفعہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا فرمائی۔ آخر آپ مڑے، میں بھی مڑی۔ آپ تیز ہوئے، میں بھی تیز ہو گئی۔ آپ قریباً بھاگنے لگے، میں بھی بھاگنے لگی۔ آپ نے دوڑ لگا دی، میں نے بھی دوڑ لگا دی۔ میں آپ سے پہلے گھر پہنچ گئی۔ ابھی میں لیٹی ہی تھی کہ آپ آ پہنچے۔

[1] الدر الثمین، ص: ۱۱۰

فرمانے لگے: ''عائشہ! تجھے کیا ہے؟ سانس چڑھا ہوا ہے پیٹ پھولا ہوا ہے۔''

میں نے کہا: ''کچھ بھی نہیں۔''

آپ نے فرمایا: ''خود بتادے ورنہ لطیف وخبیر (اللہ) مجھے بتادے گا۔''

میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان!''

پھر ساری بات کہہ دی۔ آپ فرمانے لگے: ''اچھا! وہ سایہ سا' تو تھی جو مجھے اپنے آگے آگے نظر آ رہا تھا؟''

میں نے کہا: ''جی ہاں!''

آپ نے میرے سینے میں اس زور سے گھونسا مارا کہ مجھے درد ہونے لگا۔ پھر فرمایا: ''کیا تجھے خطرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اوراس کا رسول تجھ پر ظلم کریں گے؟''

میں نے کہا: ''لوگ جتنا بھی چھپائیں اللہ تعالیٰ کو تو پتہ چل ہی جاتا ہے۔''

آپ نے فرمایا: ''بالکل۔'' پھر فرمایا: ''بات یہ تھی کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے' مجھے آہستہ سے بلایا کہ تجھے پتہ نہ چلے۔ میں نے بھی چپکے سے جواب دیا کہ تجھے پتہ نہ چلے۔ وہ اندر داخل نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ تو کپڑے اتار چکی تھی۔ نیز میں نے سمجھا کہ تو سو چکی ہے، اس لیے تجھے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ تو اکیلی ڈرے گی، خیر! جبریل مجھ سے کہنے لگے:

''آپ کے رب تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ بقیع والوں کے پاس جائیں اور ان کے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

''اے اللہ کے رسول اگر میں قبرستان جاؤں تو کیا کہوں؟''

آپ نے فرمایا: یوں کہنا:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ

اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ))

''اس قبرستان والے مومنوں اور مسلمانوں پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہم میں سے پہلے فوت ہونے والوں پر بھی رحم فرمائے اور بعد میں فوت ہونے والوں پر بھی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم بھی تم سے آملیں گے۔'' [1]

بقیع میں تقریباً دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم مدفون ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی اولاد اطہار میں سے سیدہ فاطمۃ الزہراء، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، سیدہ زینب رضی اللہ عنہن اور فرزند ارجمند ابراہیم یہیں مدفون ہیں، البتہ یہاں تمام مدفون صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کی تعیین وتحدید ممکن نہیں ہے۔

[1] صحیح مسلم، حدیث:۹۷۴، سنن نسائی، حدیث:۲۰۳۹

سعودی دور میں بقیع غرقد کی توسیع

سعودی دور میں بقیع کی توسیع دو دفعہ ہوئی ہے۔ پہلی توسیع تو شاہ فیصل بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور میں ہوئی جب بقیع العمات (جس کا رقبہ 3493 مربع میٹر تھا)، بقیع غرقد اور بقیع العمات کی درمیانی سڑک (جس کا رقبہ 824 مربع میٹر تھا) اور بقیع کی شمالی جانب سے تکونی شکل کی 1612 مربع میٹر جگہ تینوں کو، جن کا مجموعی رقبہ 5929 مربع میٹر بنتا ہے، بقیع میں شامل کر دیا گیا۔ 1390ھ میں قبرستان بقیع کے اردگرد کنکریٹ کی دیوار بنا دی گئی اور قبرستان کے اندر سیمنٹ کے ساتھ پختہ راستے بنا دیے گئے تاکہ بارش وغیرہ کے دنوں میں میت کو دفن کرنے کے لیے لوگوں کو چلنے میں آسانی ہو۔

دوسری توسیع خادم الحرمین شاہ فہد حفظہ اللہ کے دور میں ہوئی اور مزید علاقے بقیع میں شامل کر دیے گئے۔ اب اس کا کل رقبہ 174,962 مربع میٹر ہو گیا ہے اور اس پورے احاطے کے اردگرد چار میٹر بلند دیوار بنا دی گئی ہے جو کہ 1724 میٹر لمبی ہے اور اس پر سنگ مرمر لگایا گیا ہے۔ دیواریں قوسوں اور چوکور خانوں کی صورت میں ہیں جن میں سیاہ رنگ کی معدنی جالیاں فٹ کی گئی ہیں۔ مین گیٹ اور دوسرے دروازے مناسب نشیب و فراز سے لگائے گئے ہیں۔ [1]

*****

[1] بیوت الصحابة، ص:١٦٩

مدرسہ دار الحدیث مدینہ منورہ:

یہ ایک پرائیویٹ مدرسہ ہے جو 1351ھ میں قائم ہوا۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بھی اس کے قیام کی تائید فرمائی تھی تاکہ یہ عقائد کی تصحیح، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مرکز بن سکے۔ مرحوم اس قسم کے مدارس کے قیام کے خواہش مند تھے تاکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ آنے والے طلبہ اصل منبع، قرآن وسنت سے صحیح سلفی عقیدہ حاصل کرسکیں اور اس کے مطابق عمل کرسکیں۔ نیز واپس جا کر اپنی قوم کی اصلاح کرسکیں۔

قرآن کریم اور سنت طیبہ کی نشر واشاعت میں اس مدرسے نے قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ دنیا بھر کے گوشے گوشے سے آنے والے بے شمار طلبہ نے اس سے استفادہ کیا۔ اس مدرسے میں چار تعلیمی مراحل ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

① ابتدائی مرحلہ: اس کا دورانیہ 6 سال ہے۔

② درمیانی مرحلہ: اس کا دورانیہ 3 سال ہے۔

③ ثانوی مرحلہ: اس کا دورانیہ 3 سال ہے۔

④ اعلیٰ تعلیم: اس کا دورانیہ 4 سال ہے۔

اس کی مجلس انتظامیہ کی سربراہی شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے پاس ان کی وفات تک رہی، وہ اس کی طرف بھرپور توجہ دیتے تھے۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ اس کا الحاق جامعہ اسلامیہ سے کر دیا جائے۔ بالآخر 1384ھ (1964ء) میں عملی طور پر مدرسہ ھٰذا کو جامعہ سے ملحق کر دیا گیا۔ ان کی وفات کے بعد سے دار الحدیث کی سربراہی، مملکت سعودیہ کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد آل شیخ کے سپرد ہے۔

یہ ادارہ سعودی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ہے۔ اس کی بنیاد 25 ربیع الاوّل 1381ھ کو رکھی گئی۔ اس وقت مملکت کے ولی عہد' امیر فہد بن عبدالعزیز اس کے سرپرست اعلیٰ مقرر ہوئے۔

جامعہ کی تاسیس کے اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

① اسلام کا پیغام' دعوت اور اعلیٰ تعلیم و تعلّم کے ذریعے دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا۔

② لوگوں میں اسلامی روح پیدا کرنا۔

③ علمی مقالات کی تیاری' ان کے تراجم اور ان کی نشر و اشاعت۔

④ اسلامی ورثے کی شیرازہ بندی' حفاظت' تحقیق اور نشر و اشاعت۔

⑤ علوم اسلامیہ و عربیہ کے فاضل و ماہر علماء اور فقہائے دین تیار کرنا۔

⑥ دوسری یونیورسٹیوں' تنظیموں اور اداروں کے ساتھ علمی اور ثقافتی تعلقات قائم کرنا اور اسلامی خدمات میں ان کے ساتھ تعاون کرنا۔

جامعہ اسلامیہ میں بہت سے کالجز ہیں۔ مثلاً: شریعت کالج' شعبۂ دعوت و اصول دین کالج' شعبۂ قرآن و تعلیمات اسلامیہ کالج' عربی زبان و ادب کالج اور حدیث و تعلیمات اسلامیہ کالج۔

ان تمام کالجوں میں مدت تعلیم چار سال ہے۔

مندرجہ ذیل مراکز اور ادارے جامعہ کے تحت کام کرتے ہیں:

① ہائی سکول

② مڈل سکول

③ غیر عربیوں کے لیے عربی زبان کی تعلیم کا سیکشن۔

④ دارالحدیث مدینہ منورہ

⑤ دارالحدیث مکہ مکرمہ

جامعہ کے طلبہ 150 سے زائد ممالک سے تعلق رکھتے ہیں۔ طلبہ کو جامعہ میں بہت سی مراعات حاصل ہوتی ہیں۔ ماہانہ وظیفہ کے علاوہ گرمیوں کی چھٹیوں میں طالب علم کو اپنے علاقے تک آنے جانے کا کرایہ (ہوائی جہاز کا ٹکٹ) جامعہ کی طرف سے مفت مہیا کیا جاتا ہے۔ رہائش بلامعاوضہ ہوتی ہے۔ روزانہ آنے جانے کے لئے ٹرانسپورٹ کی فراہمی' درسی کتب کی مفت فراہمی اور علاج کی بلامعاوضہ خدمات بھی اس جامعہ کا طرۂ امتیاز ہیں۔

1417ھ میں جامعہ کے تمام شعبوں میں طلبہ کی تعداد 5017 تھی۔ ان میں سے 71 فیصد طلبہ غیر سعودی تھے۔ بی-اے اور ایم-اے کے طلبہ 66 فیصد تھے اور اس سے نیچے تعلیم حاصل کرنے والے 34 فیصد۔ جامعہ میں ایم-اے اور ڈاکٹریٹ (پی-ایچ-ڈی) کا شعبہ 1395ھ سے شروع ہوا ہے۔

مدینہ منورہ میں بہت سی خیراتی تنظیمیں موجود ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

جمعیۃ البر: مدینہ منورہ کی جمعیۃ البر سعودی مملکت میں اپنی طرز کی پہلی تنظیم ہے۔ اس کا آغاز 1379ھ میں ہوا۔ جب مدینہ منورہ کے لوگوں میں ایسی تنظیم قائم کرنے کا شعور پیدا ہوا اور بہت سے اصحاب خیر کے دلوں میں یہ سوچ پیدا ہوئی تو اخبار ''المدینہ'' میں ایک فنڈ قائم کرنے کی اپیل شائع ہوئی تا کہ اس سے محتاج، تنگدست، یتیم، بیواؤں، بے سہارا لوگوں اور حوادث و آفات کے مارے لوگوں کی مدد کی جائے۔

اس اپیل پر لوگوں نے بڑی گرمجوشی کا اظہار کیا۔ جس کے نتیجے میں یہ تنظیم وجود میں آ گئی، بلکہ اس کے اثرات دوسرے شہروں تک بھی پہنچے اور مختلف شہروں میں یکے بعد دیگرے اس قسم کی کئی تنظیمیں وجود میں آ گئیں حتی کہ پورے سعودی عرب میں ان کا جال پھیل گیا، جن میں ہر قسم کے لوگوں نے حصہ لیا۔ امراء و حکام نے بھی، تاجروں اور سرمایہ داروں نے بھی۔ غرض ہر شخص نے اپنی بساط کے مطابق ان میں حصہ ڈالا۔ حکومت نے بھی ایسی تنظیموں کی حوصلہ افزائی کی اور ان کے لیے ہر قسم کی سہولتیں مہیا کیں حتی کہ یہ تنظیمیں پرائیویٹ ہونے کے باوجود نیم سرکاری بن چکی ہیں۔

جمعیۃ البر اور اس قسم کی دوسری تنظیموں کا مقصد معاشرے سے مصائب اور مشکلات کے خاتمے کے لیے ہر قسم کا تعاون مہیا کرنا ہے۔ بڑے بڑے مقاصد یہ ہیں:

① سامان اور نقدی کی صورت میں محتاج، فقیر، مقروض اور بے گھر لوگوں کے ساتھ تعاون کرنا۔

② فقراء کی خدمت اور یتیم بچوں اور بوڑھوں کی دیکھ بھال کے لیے خیراتی ادارے قائم کرنا۔

مثلاً: ہسپتال، رہائش گاہیں، مدارس، پرورش سنٹرز اور امدادی مراکز۔

③ حوادث و آفات کے شکار لوگوں سے تعاون کے سلسلے میں حکومتی اور پرائیویٹ اداروں کے ساتھ ہاتھ بٹانا۔

④ جمعیۃ کی مجلس عاملہ کی طرف سے منظور شدہ رفاہی منصوبے۔

عورتوں کے خیراتی ادارے: رفاہی اداروں کا قیام صرف مردوں ہی پر موقوف نہیں بلکہ عورتوں نے بھی ایسی تنظیمیں بنا رکھی ہیں جن کے اغراض و مقاصد بھی ان سے ملتے جلتے ہیں، ان کے علاوہ ایسے کام بھی ان کے اغراض و مقاصد میں شامل ہیں جن کا تعلق صرف عورتوں سے ہے۔ مدینہ منورہ میں اس جمعیت کا نام ''جمعیۃ طیبہ خیریہ نسائیہ'' ہے۔ اس کی تاسیس 10 صفر 1399ھ میں عمل میں آئی۔

اس کے تحت کئی شعبے کام کر رہے ہیں۔ ہر شعبے کی سربراہی انتظامیہ کے کسی نہ کسی رکن کے سپرد ہے۔ ان تمام شعبوں کا مقصد خیراتی کاموں کی انجام دہی، دینی پیغام کی نشر و اشاعت اور ہم وطن عورتوں میں صحت، ثقافت اور معاشرت کی سوجھ بوجھ پیدا کرنا ہے۔ اس جمعیت اور اس قسم کی دوسری تنظیموں کے مقاصد درج ذیل ہیں:

- دودھ پینے کی عمر سے لے کر سکول میں داخلے تک بچوں کیلئے پرورش سنٹرز کا قیام۔
- خاندان کی شفقت اور سہارے سے محروم بچوں کے لیے متبادل خاندان کا انتظام۔
- یتیم بچوں کی نگہداشت۔
- عاجز اور معذور لوگوں کی نگہداشت۔
- بوڑھوں کی نگہداشت۔
- محتاج خاندانوں کے ساتھ سامان اور نقدی کی صورت میں تعاون۔

ان کے علاوہ کچھ ثقافتی منصوبے بھی ہیں، مثلاً:

⇦ جہالت اور ناخواندگی کے خاتمے کے لیے کلاسوں کا اجراء۔

⇦ مختلف زبانوں کی تعلیم کے لیے کلاسوں کا اجراء۔

⇦ عورتوں میں ثقافت کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں کتب خانوں کا قیام۔

صحت کے سلسلے میں مقاصد یہ ہیں:

- علاج کی سہولیات کی فراہمی کے لیے ڈسپنسریوں کا قیام۔
- سینے کی بیماریوں، یعنی ٹی۔بی وغیرہ، کے مریضوں کی نگہداشت اور ان سے تعاون۔
- معذور اور عاجز حضرات کی نگہداشت اور ان سے تعاون۔

خواتین کیلئے پیشہ ورانہ امور کی ٹریننگ کے سلسلے میں اغراض و مقاصد یہ ہیں:

- سلائی، کڑھائی، کھانوں کی تیاری اور دوسرے فنی امور کی تعلیم۔
- ٹائپ رائٹر کی تعلیم اور ٹریننگ۔

مدینہ منورہ کے کتب خانے اور لائبریریاں

مدینہ منورہ میں بہت سی لائبریریاں ہیں' بعض تو وقف ہیں اور بعض ذاتی۔ اس کے ساتھ ساتھ یونیورسٹیوں اور علمی تنظیموں کی اپنی لائبریریاں بھی ہیں' جن میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

محمودیہ لائبریری: کتابوں کی کثرت' انتظام اور شہرت کے لحاظ سے مدینہ منورہ میں ''عارف حکمت لائبریری'' کے بعد دوسرا بڑا کتب خانہ ''محمودیہ لائبریری'' ہی ہے۔ اسے سلطان محمود ثانی عثمانی نے 1237ھ بمطابق 1821ء میں قائم کیا تھا اور اسے اس مدرسہ کے ساتھ ملحق کر دیا تھا جسے سلطان قایتبائی کے عہد میں جاری کیا گیا تھا۔ سلطان محمود نے اسے مدینہ منورہ کے طلبہ کے لیے وقف کر دیا۔ پہلے یہ کتب خانہ مسجد نبوی کی مغربی جانب باب السلام کے سامنے واقع تھا پھر اسے مسجد نبوی کی مغربی جانب ہی باب الصدیق کے اوپر منتقل کر دیا گیا۔ پھر اسے شاہ عبدالعزیز لائبریری مدینہ منورہ میں منتقل کر دیا گیا۔ محمودیہ لائبریری میں تقریباً 3314 نادر اور قیمتی مخطوطوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ مخطوطے مشہور محدّث شیخ محمد عابد سندھی رحمہ اللہ کے وقف سے تعلق رکھتے ہیں۔

عارف حکمت لائبریری: محققین کے نزدیک اس لائبریری کو بھی مدینہ منورہ کی دیگر لائبریریوں کی طرح خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسے شیخ الاسلام احمد عارف حکمت نے 1270ھ میں قائم کیا تھا اور اس کے لیے پانچ ہزار سے زائد کتب وقف کی تھیں۔ یہ کتب خانہ اپنی نفیس مطبوعات اور مخطوطات کی وجہ سے بہت مشہور ہوا' نیز حسن انتظام اور حفاظت کے لحاظ سے بھی اسے مدینہ منورہ کا بہترین کتب خانہ شمار کیا جاتا تھا اور بعد میں بعض حضرات کی طرف سے بطور ہدیہ وقف کی جانے والی کتابیں بھی

اس میں شامل کی گئیں۔

مسجد نبوی لائبریری: سید عبید مدنی کے مطالبے پر 1352ھ میں حرم مدنی میں لائبریری قائم کی گئی تھی اور اسے مسجد نبوی کی اوپر والی منزل میں رکھا گیا تھا۔ حرم نبوی کی توسیع کے وقت یہ منزل ختم کی گئی تو یہ لائبریری اوقاف لائبریریز کمپلیکس کے مرکز میں منتقل کر دی گئی جس کے زیر انتظام مدینہ منورہ کی پبلک لائبریری اور محمودیہ لائبریری بھی تھیں۔ 1399ھ میں اس لائبریری کو اس کی موجودہ جگہ میں حرم نبوی کی شمالی جانب "باب عمر" کے اوپر منتقل کر دیا گیا۔ پہلے یہ لائبریری مدینہ منورہ کے محکمہ اوقاف کے زیر انتظام تھی بعد میں اسے ادارہ شئون حرمین شریفین کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ اس لائبریری میں بہت سی شخصی وقف لائبریریاں اور انفرادی عطیات شامل ہیں۔

مدینہ منورہ پبلک لائبریری: یہ لائبریری مدینہ منورہ کی نسبتاً جدید لائبریریوں میں شامل ہے۔ اس لائبریری کا کلی دارومدار لوگوں سے تحائف میں ملنے والی ذاتی اور درسی لائبریریوں پر ہے۔ اس کے قیام، انتظام اور اس کے ضروری فرنیچر کی فراہمی کا تمام تر سہرا شیخ جعفر فقیہ کے سر بندھتا ہے۔ یہ لائبریری 1380ھ بمطابق 1960ء میں قائم ہوئی۔ اس کی عمارت حرم نبوی کی جنوبی جانب اوقاف لائبریریز کمپلیکس میں ہے۔ اس کے ذخیرۂ کتب میں مطبوعات اور مخطوطات کی تعداد 12252 ہے۔ یہ لائبریری ہر روز کھلتی ہے لیکن کتاب باہر نہیں لے جائی جا سکتی۔

ان وقف لائبریریوں کے پہلو بہ پہلو اور بھی بڑی بڑی لائبریریاں پائی جاتی ہیں جن میں کتابیں اور مخطوطات کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں اور بے شمار قارئین اور محققین ان سے مستفید ہوتے ہیں، مثلاً: شاہ عبدالعزیز لائبریری۔ اسی طرح یونیورسٹیوں کی لائبریریاں، مثلاً: جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) کی لائبریری۔

شاہ فہد قرآنِ کریم پرنٹنگ کمپلیکس

سعودی حکومت نے جہاں عام اسلامی مسائل کی طرف بہت توجہ دی ہے' وہاں کتاب اللہ کی حفاظت' طباعت اور تقسیم کی طرف بھی خصوصی توجہ مبذول کی ہے۔ اس سلسلے میں مدینہ منورہ میں قائم ''شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس'' ایک عظیم کارنامہ ہے۔ یہ کمپلیکس دنیا کا بہت بڑا پرنٹنگ کمپلیکس شمار ہوتا ہے۔ یہ ایک عظیم اسلامی محل ہے اور مدینہ منورہ کی تمدنی ترقی کا عظیم شاہکار ہے۔ بلاشبہ یہ کمپلیکس ایک منفرد ادارہ ہے۔ اور وسیع و عریض اسلامی دنیا کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس نے قرآن کریم کی خدمت کے سلسلے میں ایک عظیم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

خادم الحرمین الشریفین نے بہتر سمجھا کہ یہ کمپلیکس مدینہ منورہ میں قائم ہونا چاہیے کیونکہ یہ قرآن کریم کا شہر ہے۔ اسی میں قرآن مجید لکھا گیا' یہیں محفوظ کیا گیا اور یہیں سے دوسرے علاقوں میں بھیجا گیا۔ خادم الحرمین الشریفین نے اس منصوبے کا سنگ بنیاد 16 محرم 1403ھ
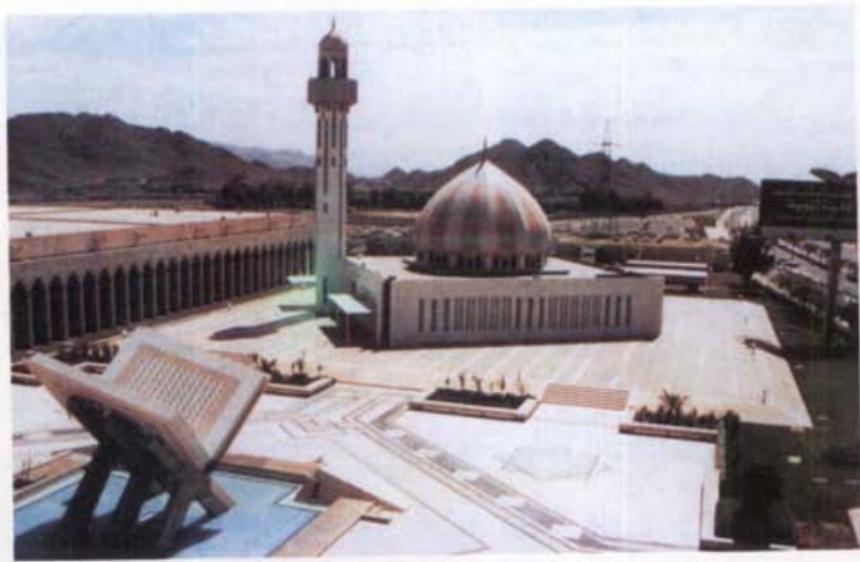
بمطابق 2 نومبر 1982ء کو بذات خود رکھا۔ اور کمپلیکس نے اپنے کام کا آغاز صفر 1405ھ بمطابق اکتوبر 1984ء کو کیا۔ یہ کمپلیکس 250,000 مربع میٹر کے رقبہ میں تبوک روڈ پر واقع ہے۔ یہ کمپلیکس ایک عظیم تعمیراتی شاہکار ہے اور تمام ضروریات پر مشتمل ہے۔ اس میں انتظامی عمارات' دیکھ بھال کے مراکز' پریس' اسٹورز' رہائشی عمارات' جامع مسجد' ڈسپنسری' لائبریری' ہوٹل غرض ہر متعلقہ چیز موجود ہے۔

چونکہ اس کمپلیکس کا مقصد وحید' اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی خدمت نیز اس سلسلے میں مسلمانوں کی ضرورت کو پورا کرنا ہے' اس لیے اس کے اغراض ومقاصد یہ ہیں:

- قرآن کریم کو صحیح رسم الخط اور درست حرکات واعراب کے ساتھ شائع کرنا۔
- قرآن مجید کے معانی و تراجم کو مختلف زبانوں میں شائع کرنا تا کہ تمام مسلمانوں کی ضروریات پوری ہوں۔
- قرآن عظیم کو بہترین قراء کرام کی آواز میں ریکارڈ کرنا۔
- سنت اور سیرت نبویہ کی خدمت و تحقیق کے سلسلے میں مخطوطات' دستاویزات اور کتابوں کی حفاظت' نیز اس سے متعلق مضامین ومقالات تیار کرنا۔
- قرآن کریم کی خصوصی اشاعت کے ذریعے حرمین شریفین سمیت دیگر مساجد اور عالم اسلام کی ضروریات کو پورا کرنا۔
- قرآن مجید' سنت اور سیرت نبویہ سے متعلق سیمینار منعقد کروانا اور مقالے تیار کرنا۔

قرآن مجید اور دیگر مطبوعات کی طباعت میں پوری تحقیق و تدقیق کی جاتی ہے اور طباعت الیکٹرانک آلات کی مدد سے کی جاتی ہے' پھر جلد بندی ہوتی ہے۔ طباعت کو ہر قسم کی غلطی سے بچانے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے جاتے ہیں:

- ماہر علماء کی ایک جماعت طباعت سے پہلے متعلقہ متن کا تقابل' معتمد اور مصدقہ نسخے سے کرتی ہے۔ پھر اس کی تصدیق کے بعد اسکی طباعت کی اجازت دی جاتی ہے۔

- طباعت کے وقت بھی علماء کی ایک کمیٹی، جب کہ مشینیں چلنا شروع ہوتی ہیں، اشاعتی کاپی کا ہر پانچ منٹ بعد بار بار جائزہ لیتی ہے تا کہ طباعت کے دوران میں بھی کوئی غلطی نہ ہو سکے۔
- اگر کسی غلطی کا علم ہو جائے تو مشین کو روک کر غلطی درست کی جاتی ہے۔
- نگران کمیٹی ہر طباعت میں معلوم ہونے والی غلطیوں کا ریکارڈ رکھتی ہے اور سابقہ کاپیوں سے وہ غلطی نکال دی جاتی ہے تا کہ آئندہ طباعت میں وہ غلطی نہ رہ جائے۔
- طباعت مکمل ہونے کے بعد کاپیاں شیرازہ بندی، سلائی اور جلد بندی کے سیکشنوں میں پہنچ جاتی ہیں اور پھر ماہرین کی نگرانی میں یہ مرحلے مکمل ہوتے ہیں تا کہ کسی قسم کی غلطی کا امکان نہ رہے۔
- جلد شدہ قرآن مجید الواح (تختوں) پر رکھے جاتے ہیں۔ ہر لوح (تختے) پر 900 نسخہ جات ہوتے ہیں۔
- نگران کمیٹی والے ہر مجموعے سے چند قرآن مجید بطور نمونہ اٹھاتے ہیں اور ایک ایک صفحہ کو چیک کرتے ہیں۔ کسی قسم کی خرابی معلوم ہونے پر اعلیٰ نگران کمیٹی کو اطلاع کی جاتی ہے۔
- آخری جائزے کے لیے انہیں خصوصی سیکشن کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اس سیکشن میں 750 نگران کام کرتے ہیں۔ وہ تمام اطلاعات و معلومات کا جائزہ لینے کے بعد ہر ہر نسخے کی صحت اور درستی کا یقین ہو جانے پر تمام مصاحف پر مہریں لگاتے ہیں۔
- تحقیقی کمیٹی کے ارکان اس دوران کارکنوں کی مسلسل نگرانی کرتے رہتے ہیں اور مہر لگے ہوئے نسخوں میں سے بھی نمونے کے طور پر کچھ نسخے چیک کرتے ہیں تا کہ کارکن سستی نہ کریں۔
- نگرانی کے یہ تمام مراحل مکمل ہونے کے بعد پوری رپورٹ لکھی جاتی ہے کہ کتنے نسخے چھاپے گئے، کتنوں کو چیک کیا گیا اور کتنے نسخے ضائع کیے گیے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ اس کمپلیکس میں، کتاب اللہ کی صحیح

طباعت کے سلسلے میں کس قدر محنت اور توجہ مبذول کی جاتی ہے۔

قرآن مجید کے معانی اور تراجم کی طباعت: شاہ فہد کمپلیکس نے قرآن مجید کے معانی مختلف زبانوں میں شائع کرنے کی طرف بہت توجہ دی ہے۔ ہوسا' چینی' انڈونیشی' قازاقی (سیریلکی حروف میں اور عربی حروف میں)' تاملی' اردو' ترکی' انگریزی' فرانسیسی' صومالی' بوسنیائی' جرمنی' ایفورٹی اور براہوی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں اردو کے خط نستعلیق میں بھی' جو پاک و ہند کے مسلمانوں میں رائج ہے' قرآن مجید شائع کیا گیا ہے۔

1410ھ تک کمپلیکس نے 5 کروڑ نسخے شائع کیے تھے لیکن 1415ھ میں یہ تعداد 9 کروڑ 70 لاکھ تک پہنچ چکی تھی۔ اب تک قرآن مجید کے 8 کروڑ نسخے عالم اسلام کے گوشے گوشے میں تقسیم کیے جا چکے ہیں۔ اس کمپلیکس کی سالانہ پیداواری گنجائش 1 کروڑ 20 لاکھ نسخے ہے اور ان نسخوں سے استفادہ کرنے والے ممالک کی تعداد 80 ہے۔

آغاز سے لے کر اب تک یہ کمپلیکس مختلف انواع و جسامت کے 15 کروڑ سے زائد نسخے ممکن حد تک صحت' مضبوطی اور تحقیق کے ساتھ شائع کر چکا ہے۔ مشہور اقسام یہ ہیں: ملکی فاخر' جوامعی فاخر' جوامعی خاص' جوامعی عام' ممتاز' پارے' تراجم وغیرہ۔

یہ کمپلیکس اب تک 40 زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کر چکا ہے۔ اس کمپلیکس میں 1800 افراد کام کرتے ہیں۔

مصادر ومراجع

١ـ وفاء الوفاء ـ للسمهودي .
٢ـ مثير الغرام الساكن ـ ابن الجوزي .
٣ـ التاريخ الشامل للمدينة المنورة ـ د . عبدالباسط بدر .
٤ـ الدرة الثمينة ـ ابن النجار .
٥ـ خلاصة الوفاء .
٦ـ تاريخ المسجد النبوي الشريف ـ محمد إلياس عبدالغني .
٧ـ فتح الباري ـ ابن حجر .
٨ـ أخبار مدينة الرسول .
٩ـ مجموعة فتاوى ابن تيمية .
١٠ـ تاريخ الطبري .
١١ـ الفصول في سيرة الرسول ـ ابن كثير .
١٢ـ تاريخ ابن خلدون .
١٣ـ سيرة ابن هشام .
١٤ـ تاريخ المدينة المنورة ـ محمد إلياس عبدالغني .
١٥ـ المعجم الكبير ـ للطبراني .
١٦ـ الدر الثمين ـ غالي محمد الأمين الشنقيطي .
١٧ـ المساجد الأثرية ـ محمد إلياس عبدالغني .
١٨ـ معجم البلدان ـ ياقوت الحموي .
١٩ـ أطلس المملكة العربية السعودية ـ العبيكان .
٢٠ـ المستدرك ـ للحاكم .
٢١ـ بيوت الصحابة ـ محمد إلياس عبدالغني .

٢٢۔ دلائل النبوة ۔ الإمام البيهقي ٠

٢٣۔ صحيح البخاري ٠

٢٤۔ صحيح ابن حبان ٠

٢٥۔ سنن النسائي ٠

٢٦۔ سنن ابن ماجه ٠

٢٧۔ كتاب الوقف ۔ د ٠ محمد بن أحمد الصالح ٠

٢٨۔ تاريخ الإسلام ۔ الذهبي ٠

٢٩۔ تفسير ابن كثير ٠

٣٠۔ جامع الترمذي ٠

٣١۔ لسان العرب ۔ ابن منظور ٠

٣٢۔ هذا الحبيب يا محب ۔ أبوبكر جابر الجزائري ٠

٣٣۔ صحيح السيرة النبوية ۔ إبراهيم العلي ٠

٣٤۔ الدرر ۔ ابن عبدالبر ٠

٣٥۔ الكامل في التاريخ ۔ ابن الأثير ٠

٣٦۔ الرحيق المختوم۔ صفي الرحمن المباركفوري ٠

٣٧۔ مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف ٠

٣٨۔ المدينة المنورة تطورها العمراني و تراثها المعماري۔ صالح لمعي مصطفى ٠

٣٩۔ دور المملكة العربية السعودية في خدمة الإسلام ٠

٤٠۔ السلفيون في الهند والملك عبدالعزيز ٠

٤١۔ إبهاج الحاج ٠

٤٢۔ الحج والعمرة والزيارة۔ للشيخ ابن باز رحمه الله ٠

٤٣۔ صحيح مسلم

٤٤۔ سنن أبي داود

٤٥۔ مجمع الزوائد

- یہ کتاب مدینہ منورہ کے مختلف پہلوؤں سے بحث کرتی ہے اور ان خاص خاص تاریخی واقعات کا ذکر کرتی ہے جن کا مدینہ منورہ کی بنیاد و تعمیر' اس کے تقدس اور دینی مقام مرتبہ سے براہ راست تعلق ہے۔
- کتاب میں ان مقامات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جن کا ذکر مدینہ منورہ کے ساتھ لازم و ملزوم ہے جیسے مسجد نبوی شریف' مسجد قبا' جبل اُحد اور بقیع وغیرہ۔
- مسجد نبوی کے تفصیلی ذکر کے لئے الگ عنوان قائم کیا گیا ہے۔ جس میں تاریخ کے مختلف ادوار میں مسجد نبوی میں ہونے والی توسیع اور تزئین و آرائش کا تذکرہ ہے۔
- کتاب میں قابل اعتماد اور اصل مصادر سے ماخوذ متعدد تصاویر شامل کی گئی ہیں جو موضوع کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں۔
- مدینہ منورہ کی تاریخ اور اس کے احوال کے موضوع پر یہ کتاب ایک اسلامی لائبریری کی حقیقی ضرورت ہے جو عام قارئین اور محققین کے لئے یکساں مفید ہے۔
- دوران تالیف اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ صرف مستند واقعات' معتبر روایات اور صحیح احادیث ہی کتاب میں شامل کی جائیں۔